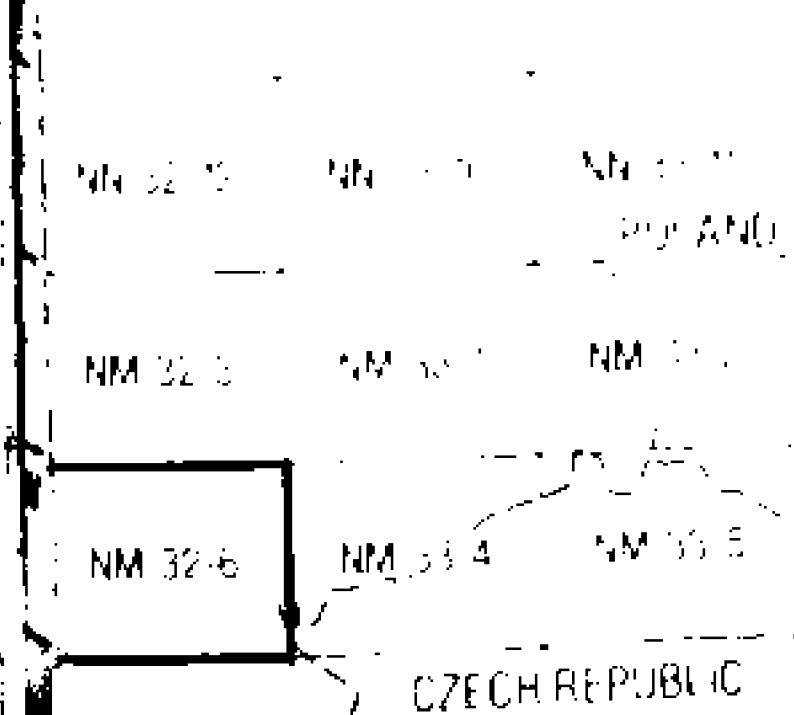


HÖHEN IN FUSS  
ELEVATIONS IN FEET  
ALTITUDES EN PIEDS

JOINT



#### REGION DIAGRAM



#### GLOSSARY

Berg (etage)	mountain (etage)
Baum	tree
Forst	forest
Graben	ditch
Heide	heath
Kopf	peak
Moos Bruch (Bied)	low-lying marsh
See, Meer, Maar	lake
Stausee, Talsperre, Speicher	reservoir
W.F. = Wagenfahre	ferry

18

34

48797

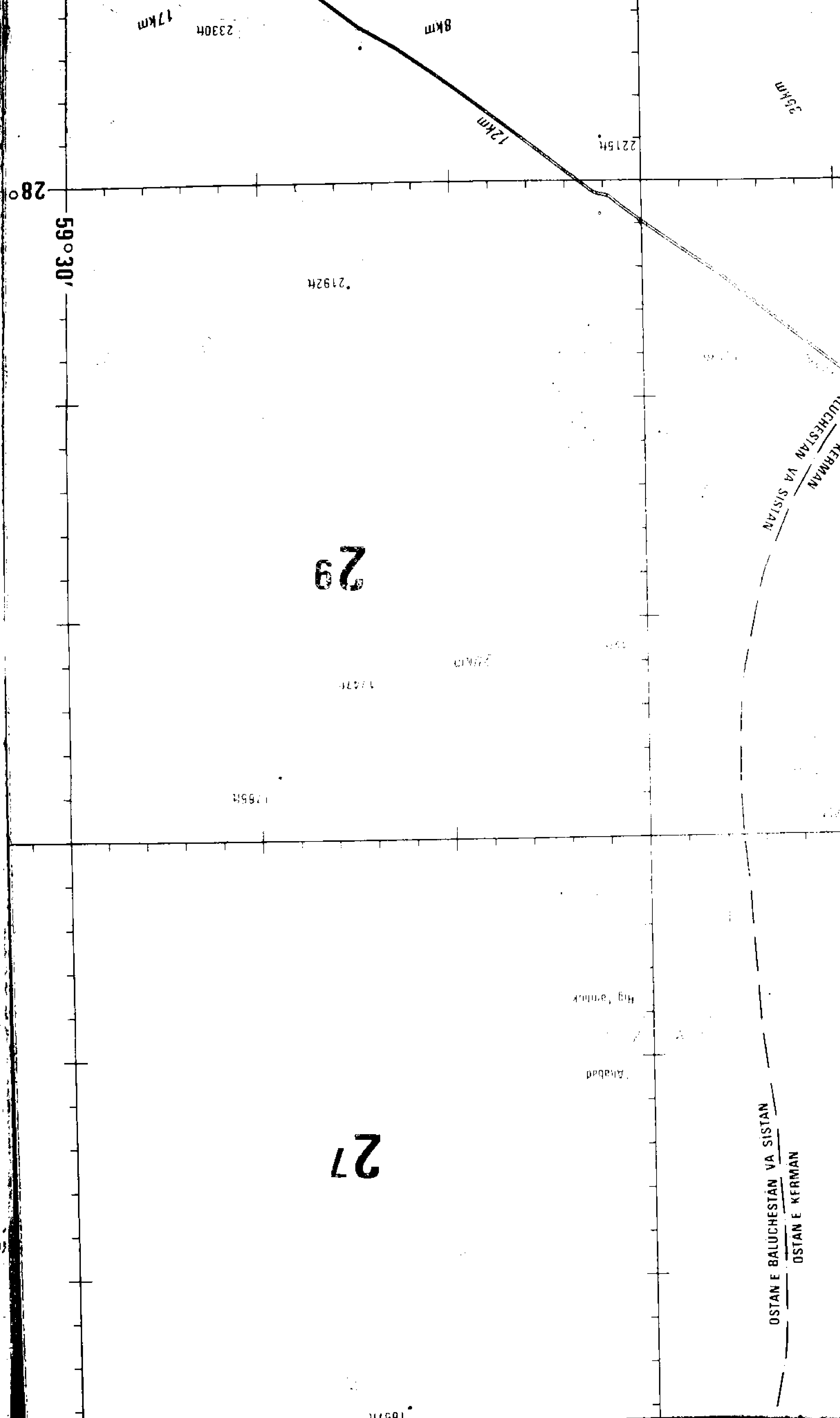
4E60Z

DISSECTED TERRAIN

46712.

**Ut 692**

147, 148





# مطبوعات اہلال بک ایجنسی لاہور

53146

- (۱) **اُسوۂ حسنہ** ترجمہ ہدی الرسول اختصار نماذ المعاد فی ہدی خیر العباد مسلم تصنیف علامہ اسوہ حسنہ کا ترجمہ مولانا عبد الرزاق طبع آبادی نے نہایت سلیس اور عام فہم اردو میں کیا ہے۔ اُسوہ حسنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری پر ایک نہایت جامع اور بے نظیر کتاب ہے۔ اسکا مطالعہ ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گیا۔ دوسرے ایڈیشن میں مترجم نے بعض حواشی وغیرہ کا اضافہ کیا ہے۔ ترجمہ فصول بدل دی ہے جس سے کتاب زیادہ مربوط ہو گئی ہے۔ حجم بڑھ گیا ہے۔ قیمت پچاس جلد۔
- (۲) **اصحاب صفہ** (تصنیف امام ابن تیمیہ) مترجمہ مولانا عبد الرزاق طبع آبادی۔ اس سال میں نیا صحیحہ اور مستند روایات سے ثابت کیا گیا ہے کہ اصحاب صفہ تعداد میں کتنے تھے؟ انکی وجہ معاش کیا تھی اور یہ جو جملہ میں مشہور ہے کہ وہ تمام صحابہ سے افضل تھے، دفن وغیرہ آلات موسیقی یا قوالی کی آواز پر کرتے تھے، تا لیاں بجاتے اور ناچا کرتے تو یا انہوں نے مشرکین کے ساتھ ہو کر مومنین کو خلاف جنگ تو ان روایات کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ نیز اولیاء اللہ قطب، ابدال، قلندر، نذر، منت، رقص، سرود، اہم مباحثہ کی نسبت نہایت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ طبع ثانی میں بعض اضافے کو گئے ہیں قیمت
- (۳) **العروة الوثقی** (از امام ابن تیمیہ) خالق و مخلوق کو درمیان واسطہ و وسیلہ کی ضرورت، کتاب سے میرے اہل کی حقیقت اور مطلوبہ مفہوم کی تشریح، خالق و مخلوق اور بادشاہ و رعایا کے مابین واسطہ کا فرائضیت شفاعت، اسلوب عالم اسلام کی خالص توحید، کتاب سنت کی شرک سوز تصریحات اور مسلمانوں عقاید و اعمال میں غیر اسلامی عناصر کی جو اذیتوں ساک آمیزش ہو گئی ہے ان کے مٹانے کے لیے اس مبینہ رسالہ کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی ضرورت ہے۔ قیمت
- (۴) **تفسیر سورۃ الکوتر** (مسنہ امام ابن تیمیہ) مترجمہ مولانا عبد الرزاق۔ سبحان اللہ سورہ کو شر اور کی تفسیر کیا ہی خوب ہے، شیدایان علوم کتاب سنت کے لئے خود کو شر و سلبیل کا حکم رکھتی ہے۔ شیخ الاسلام نے چند سطروں میں ایک دفتر معافی سمیٹ کر رکھ دیا ہے، کوزہ میں دریا نظر آتا ہے۔ اس کے مطالعہ سے نئے نئے نکات و معانی نکلتے ہیں۔ نہایت عجیب چیز ہے۔ قیمت
- (۵) **ائمۃ اسلام** (مسنہ امام ابن تیمیہ) مجتہدین کرام کے اجتہاد پر مفصل بحث۔ قیمت
- (۶) **خلافت الائمہ** (از امام ابن تیمیہ) امت محمدی کے اختلاف کو متعلق تنقیدی بحث۔ قیمت
- (۷) **کتاب الوسیلہ** مسنہ امام ابن تیمیہ مترجمہ مولانا عبد الرزاق طبع آبادی۔ کتاب الوسیلہ محض نظریہ ہی کی بحث نہیں بلکہ اسلام کے اصل الاصول "توحید" پر نہایت جامع اور مستند کتاب ہے۔ اس میں توحید کی پرورش دعوت کو شرک کو سر پر ملک ضربے، بدعت، مجود کے گلے پر چھری ہے۔ یہ ہیر جس کا بیج پر رک جائیگا، ریزہ ریزہ کر دیگا۔ شفاعت حقہ اور شفاعت باطلہ، قبر پرستی، قبر پرستی کے متعلق جھوٹی روایات و حکایات وغیرہ، افعال کی نسبت ائمہ اربعہ کے مسلک مذاہب اور ان کے اقوال اندازے غیر اللہ اور اسی قسم کے دیگر مضامین پر ایسی تفصیلی بحث ہے کہ ہر پہلو پر مفصل مدلل روشنی ڈالی گئی ہے۔ قیمت پچاس جلد۔
- (۸) **تفسیر آیت کریمہ** (مسنہ امام ابن تیمیہ) مترجمہ مولانا عبد الرحیم پشادری۔ آیہ "لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین" کی نہایت جامع تفسیر ہے۔ قیمت

اہلال بک ایجنسی نشیر انوالہ دروازہ لاہور سے طلب کریں



# فہرست مضامین کتاب اسلامی تصوف مترجم حصہ اول

صفحہ	شمارہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱	۱۶	محتاج بالذات	۱	فہرست مضامین
		فصل		مقدمہ از مصنف
		فقر کی قسمیں		فصل
۸	۱۷	پہلی قسم		رضائے الہی کا ذریعہ
۸	۱۸	دوسری قسم		معرفت الہی کا درخت
۹	۱۹	معرفت خالق و مخلوق		ایمان کا درخت
۹	۲۰	فقر اضطراری	۲	مومن کا نصب العین
۹	۲۱	فقر خجہ شکاری		فصل
۱۰	۲۲	انسان کی سرکشی		ہجرت کی دو قسمیں
۱۰	۲۳	آیت انفس	۳	ہجرت الی اللہ
۱۱	۲۴	سرکشی کا انجام	۳	ہجرت الی الرسول
		فصل	۳	ارشاد جنید بغدادی
		کامل ترین انسان	۴	سعادت کا ذریعہ
۱۱	۲۵	آنحضرت کی دعائیں	۴	وجہ تسمیہ کتاب
۱۳	۲۶	آنحضرت کا قرب و منزلت		باب
۱۳	۲۷	شریعت عبودیت		فقر اور عبودیت
		فصل		فصل
		فقر کی کونسی قسم مفید ہے؟		بندہ اور اللہ تعالیٰ کا اوصاف
۱۳	۲۸	انبیاء اور صالحین کا فقر	۴	اوصاف ذاتی اور موجبات
		فصل	۴	صفات ذاتیہ کسی سبب کے محتاج نہیں
		مدارج فقر	۴	امکان اور حدوث
۱۵	۲۹	فقر کی تعریف		



صفحہ	مضمون	شمارہ	صفحہ	مضمون	شمارہ
	<b>فصل ۹</b>		۱۵	پہلا درجہ	۳۰
	فقر کے پہلو درجہ کی تشریح		۱۶	دوسرا درجہ - تیسرا درجہ	۳۱، ۳۲
۲۵	طریقہ ترک دنیا	۵۰		<b>فصل ۶</b>	
۲۶	مدح و ذم دنیا	۵۱		حقیقت فقر	
۲۶	من احب شیئا اکثر ذکرہ	۵۲		مشاہدہ ملک و تصرف	۳۳
۲۷	حقیقت تجرید	۵۳	۱۶	ملوک غلام کی مثال	۳۴
	<b>فصل ۱۰</b>		۱۷	منصب رسالت	۳۵
	درمیانی درجہ		۱۷	نصب العین کا تفاوت	۳۶
۲۸	ولادت روحانی کا تصور	۵۴	۱۸	کفران فقر	۳۷
۲۸	حاملہ و جنین کی مثال	۵۵	۱۸	کفران کا انجام	۳۸
	<b>فصل ۱۱</b>		۱۹	انجام کار کی وجہ	۳۹
	ولادت روحانی		۱۹	حاکم اور خادم کی مثال	۴۰
۲۹	حضرت مسیح کا قول	۵۶	۲۰	واصل جہنم	۴۱
۲۹	روحانی باپ	۵۷		<b>فصل ۷</b>	
	<b>فصل ۱۲</b>			تشریح ملک تصرف	
	اقسام قلوب		۲۰	فقر ممدوح	۴۲
۳۰	پہلی قسم	۵۸	۲۱	امثلہ فقر ممدوح	۴۳
۳۱	دوسری قسم	۵۹	۲۱	فقر کا اطلاق	۴۴
۳۱	تیسری قسم	۶۰	۲۲	بندہ درم و دینار	۴۵
۳۲	خلاصہ بیان	۶۱	۲۲	اللہ کا بندہ	۴۶
	<b>فصل ۱۳</b>		۲۳	طغیان اور گمراہی	۴۷
	دنیا کی مذمت			<b>فصل ۸</b>	
۳۲	دو مواقع	۶۲		استغنی سے کیا مراد ہے؟	
	<b>فصل ۱۴</b>		۲۳	طغیان اور ہلاکت	۴۸
	فقر کے دوسری درجہ کا بیان			کا سبب	
۳۳	فتنہ رافی اللہ	۶۳	۱۸	منفسرین کی غلطی	۴۹



شمارہ	مضمون	صفحہ	شمارہ	مضمون	صفحہ
۶۴	دل کا برتن	۳۴	۸۵	محبت صادق	۴۸
۶۵	متاع عزیز	۳۵	۸۶	محبوب کا تصور	۴۹
	<b>فصل ۱۵</b>			<b>فصل ۱۸</b>	
	موانع و عوارضات سالکین			اسماء اربعہ کے معانی پر تبصرہ	
۶۶	احتیاط اہل معرفت	۳۵	۸۷	علم اور معرفت کا رکن	۴۹
۶۷	احوال پر نظر رکھنا	۳۶	۸۸	احاطہ زمانہ اور مکانیہ	۵۰
۶۸	پچھلے اور دوسرے درجہ کا فرق	۳۶		<b>فصل ۱۹</b>	
	<b>فصل ۱۶</b>			اسماء چہارگانہ کا تعبیر	
	اسماء حسنی کی تشریح		۸۹	دو گونہ مراتب	۵۱
۶۹	تفسیر الاول	۳۷	۹۰	"الاول" کے تعبیر کی حقیقت	۵۲
۷۰	الآخر کی تفسیر	۳۸	۹۱	انعام الہی	۵۲
۷۱	اول اور آخر کی عبودیت	۳۹	۹۲	رضا جوئی کا نتیجہ	۵۳
۷۲	تفسیر اسم ظاہر	۴۰	۹۳	تجرید ہمت	۵۳
۷۳	اعتقاد حلول و اتحاد	۴۰	۹۴	اسم پاک الآخر کا تعبیر	۵۴
۷۴	اللہ تعالیٰ کی واضح تعریف	۴۱	۹۵	اسم پاک باطن کا تعبیر	۵۴
۷۵	اوصاف اسم ظاہر	۴۲	۹۶	اسماء اربعہ کے مفہوم کی جامعیت	۵۵
۷۶	تفسیر اسم باطن	۴۳		<b>فصل ۲۰</b>	
۷۷	منزلۃ الاقدام	۴۳		فقر کے دوسرے درجہ کا اجرد ثواب	
۷۸	اسم باطن کے تعبیر کا دروازہ	۴۴		مرض خود بینی سے نجات	۵۶
۷۹	اعلیٰ اور عظیم کا تعلق	۴۴	۹۷	علت نجات	۵۷
۸۰	قرب کی دلیل	۴۵		<b>فصل ۲۱</b>	
۸۱	قرب خاص کا ذکر	۴۵		حال اور مقام کا اصطلاحی فرق	
۸۲	اوقات قرب خداوندی	۴۶	۹۸	فقر سے فروغ	۵۸
۸۳	قرب کی مثال	۴۶	۹۹	<b>فصل ۲۲</b>	
	<b>فصل ۱۷</b>			فقر کا تیسرا درجہ	
۸۴	توحید شہودی		۱۰۰	موجود کا ترک کرنا	۵۹
	صوفیہ کی شطہیات				



صفحہ	مضمون	شمارہ	صفحہ	مضمون	شمارہ
۶۸	توحید خصوصی	۱۱۵	۵۹	توحید میں جلوہ قیومت	۱۰۱
۶۸	توحید خصوصی کا مقام	۱۱۶	۶۰	اہل تصوف کا قطب	۱۰۲
۶۹	توحید الوہیت کی اہمیت	۱۱۷	<b>فصل ۲۳</b>		
۶۹	قلبی حالت	۱۱۸			
۷۰	عارفین کی منزل مقصود	۱۱۹	تیسرے درجہ کا حصول		
۷۰	توحید ربوبیت اور	۱۲۰			
۷۰	توحید الوہیت کا فرق	۱۲۱	۶۰	دو معرفتیں	۱۰۳
۷۰	سائلوں کا نصب العین	۱۲۱	۶۱	عقیدہ جبر اور نظام عبودیت	۱۰۴
<b>فصل ۲۸</b>			<b>فصل ۲۴</b>		
۷۱	اعلیٰ ترین قسم	۱۲۲	۶۲	تیسرے درجہ میں فرض منصبی	
۷۲	اتحاد مطلوب شرع	۱۲۳	۶۳	مسئلہ تقدیر کا صحیح مفہوم	۱۰۵
۷۲	تجربہ کی تین قسمیں	۱۲۴	ایک شک کا ازالہ		۱۰۶
۷۲	پہلا درجہ	۱۲۵			
۷۳	صحیح اور باطل تجربہ کا فرق	۱۲۶	<b>فصل ۲۵</b>		
۷۳	دوسرا درجہ	۱۲۷			
۷۳	پہلے اور دوسرے درجہ کا فرق	۱۲۸	سچا فقیر کون ہے؟		
۷۴	تیسرا درجہ	۱۲۹			
۷۴	چوتھی قسم	۱۳۰	۶۴	عقل فطرت اور شرع کا تطابق	۱۰۷
<b>باب ۲</b>			۶۴	شناخت	۱۰۸
			۶۴	تحریک معصیت	۱۰۹
غنائے عالی			۶۵	ارتکاب معصیت	۱۱۰
			۶۵	التجاء بطور ابتلاء	۱۱۱
<b>فصل ۲۹</b>			<b>فصل ۲۶</b>		
۷۵	تمہید	۱۳۱	تقدیر کا تقدیر سے دفع کرنا		
۷۶	غنا و غنا مضی	۱۳۲			
<b>فصل ۳۰</b>			۶۶	مشیت کا زبردست ہاتھ	۱۱۲
			۶۶	احساس فقر و اعظاء	۱۱۳
اقسام غنا			<b>فصل ۲۷</b>		
۷۷	غنائے سافل	۱۳۳	بحث توحید		
۷۷					
۷۷			۶۷	مشیت پر ایمان توحید کا لازمی جزو ہے	۱۱۴



صفحہ	مضمون	شمارہ	صفحہ	مضمون	شمارہ
۹۰	دوسری قسم: حکم کوئی	۱۵۴	۷۸	خلف صالح کا قول	۱۳۴
۹۰	قول شیخ عبدالقادر جیلانیؒ	۱۵۵	۷۸	غنائے عالی	۱۳۵
	<b>فصل</b>		۷۹	ازالہ غلط فہمی	۱۳۶
	تقدیر کو تقدیر سے دفع کرنا		۷۹	غنائے حقیقی	۱۳۷
			۸۰	ایک توجیہ	۱۳۸
۹۱	پہلی مثال	۱۵۶		<b>فصل</b>	
۹۱	دوسری مثال	۱۵۷		غنائے نفس اور غنائے قلب	
۹۲	تیسری مثال	۱۵۸		قلب کی بادشاہیت	۱۳۹
۹۲	شرع اور قدر کا مقتضار	۱۵۹	۸۰	نفس کی قوت غضبیہ	۱۴۰
۹۲	غلط فہمی کا ازالہ	۱۶۰	۸۱	تہذیب نفس اور اعضا و جوارح	۱۴۱
۹۳	چوتھی مثال	۱۶۱	۸۲	خلاصہ کلام	۱۴۲
	<b>فصل</b>		۸۲	تماخ غنائے قلب	۱۴۳
	حکم کی تیسری قسم		۸۳	<b>فصل</b>	
۹۳	تقدیر مہرم	۱۶۲		غنائے عالی کا پہلا درجہ	
۹۴	نوازم انقیاد	۱۶۳		پہلی شرط	۱۴۴
۹۴	تقدیر میں حکمت الہی	۱۶۴	۸۴	دوسری شرط	۱۴۵
۹۵	قرآنی تفصیلات	۱۶۵	۸۵	تیسری شرط	۱۴۶
	<b>فصل</b>		۸۶	پہلے درجہ کا حصول	۱۴۷
	استقامت فی الدین		۸۶	توکل علی اللہ	۱۴۸
۹۷	شروط	۱۶۶	۸۷	کمال عبودیت	۱۴۹
۹۸	فضیلت نماز	۱۶۷	۸۷	<b>فصل</b>	
۹۸	نفس کب مطمئنہ ہوتا ہے	۱۶۸		احکام کی قسمیں	
۹۹	نماز جیلانی اور برائی کیوں مانع ہے؟	۱۶۹	۸۸	دو قسمیں	۱۵۰
۱۰۰	استقامت کب حاصل ہوتی ہے؟	۱۷۰	۸۸	تین قسمیں	۱۵۱
	<b>فصل</b>		۸۹	مزید انقیاد	۱۵۲
	غنائے عالی کا تیسرا درجہ		۸۹	قلب سلیم کی حقیقت	۱۵۳
۱۰۱	حصول کا پہلا زینہ	۱۷۱			



شمارہ	مضمون	صفحہ	شمارہ	مضمون	صفحہ
	<b>فصل ۱۳</b>			<b>فصل ۱۰</b>	
	غنا، عالی و تیسرے درجہ کا حصول			اللہ تعالیٰ کو احکام احسان کی تصدیق	
۱۱۴	تیسرے درجہ کی افضلیت	۱۹۱		غنائے عالی کا پایہ مقام	۱۷۲
۱۱۵	تجلی ذات	۱۹۲	۱۰۲	تمثیل بندہ نوازی	۱۷۳
۱۱۵	انوار ذات کا پرتو	۱۹۳	۱۰۳	بندہ نوازی کی دوسری مثال	۱۷۴
۱۱۶	حصول کا ذریعہ	۱۹۴	۱۰۳	ذکر کے موضوع پر ایک مفید کتاب	۱۷۵
۱۱۶	انسان کی پیدائش کا مقصد	۱۹۵	۱۰۴		
۱۱۷	حصول کے نتائج	۱۹۶		<b>فصل ۱۱</b>	
۱۱۷	فرمان مصطفویٰ	۱۹۷		توحید شہودی	
	<b>فصل ۱۲</b>			غنا، باللہ کا دوسرا زینہ	۱۷۶
	فقر اور غنا			توحید شہودی کی پہلی قسم	۱۷۷
۱۱۸	اکابر طریقت کے اقوال	۱۹۸	۱۰۵	توحید شہودی کی دوسری قسم	۱۷۸
۱۱۸	یحییٰ بن معاذ کا قول	۱۹۹	۱۰۶	توحید کی دو قسموں میں فرق	۱۷۹
۱۱۸	ابن قیم کی تشریح	۲۰۰	۱۰۷	شہود فوقیت	۱۸۰
۱۱۸	محمد بن عبد اللہ کا قول	۲۰۱	۱۰۸	شہود تصرفات اطمینان	۱۸۱
۱۱۹	فقر اور غنا کا فرق اعتباری	۲۰۲	۱۰۹	شہود علم محیط	۱۸۲
۱۲۰	ردیم کا قول	۲۰۳	۱۱۰	صفت سمع کا شہود	۱۸۳
۱۲۰	ابن قیم کی توضیح	۲۰۴		اسم پاک بصیر کا شہود	۱۸۴
۱۲۰	ایک عارف کا قول	۲۰۵		قیومت کا جامع شہود	۱۸۵
۱۲۰	ابن قیم کی تصریح	۲۰۶		<b>فصل ۱۲</b>	
۱۲۱	ابراہیم بن ادھم کا قول	۲۰۷		توحید الوہیت	
۱۲۱	غنا کے متعلق یحییٰ بن معاذ کا جواب	۲۰۸		مشہد الوہیت	۱۸۶
۱۲۱	فقر کے متعلق ابو حفص کی تصریح	۲۰۹		استحقاق عبودیت	۱۸۷
۱۲۱	اہل عرفان کا فقر	۲۱۰		ایک زبردست فطری دلیل	۱۸۸
۱۲۱	بشر بن الحارث کو فقر کا اعلیٰ مقام	۲۱۱		حنافہ کا مشہد خصوصی	۱۸۹
۱۲۱	ابن الجلاسی کے فقر کا اطلاق	۲۱۲		ایک جامع اور	۱۹۰
۱۲۲	حضرت علامہ کی شرح	۲۱۳		عامی مشہد	



صفحہ	مضمون	شمارہ	صفحہ	مضمون	شمارہ
۱۳۰	بقیہ اوصاف	۲۴۰	۱۲۲	اہل معرفت کو فقر کی حقیقت	۲۱۴
	<b>باب ۳</b>		۱۲۲	ابو حفصؒ کے توسل باللہ	۲۱۵
	<b>انسان اور حوائج ضروریہ</b>			کا بہترین ذریعہ	
	<b>فصل</b>		۱۲۲	ایک عارف کا فقر	۲۱۶
	<b>ذی حیات کی ضروریات</b>		۱۲۳	ابن قیمؒ کی تشریح	۲۱۷
۱۳۲	نافع اور مضر	۲۴۱	۱۲۳	چار باتوں کا التزام	۲۱۸
۱۳۳	انسان کا مطلوب	۲۴۲	۱۲۳	ابو سہل اور منصورؒ کا مکالمہ	۲۱۹
۱۳۳	إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ	۲۴۳	۱۲۳	ابن قیمؒ کا تبصرہ	۲۲۰
	کی تفسیر		۱۲۴	جنید بغدادیؒ کا قول	۲۲۱
۱۳۳	عبادت اور استغانت	۲۴۴	۱۲۴	ابو المظفرؒ کا قول	۲۲۲
۱۳۴	آفرینش کی غایت	۲۴۵	۱۲۴	ابو القاسمؒ کی توجیہ	۲۲۳
۱۳۵	مقصود بالذات	۲۴۶	۱۲۴	ابن قیمؒ کی تحقیق	۲۲۴
۱۳۵	متحرک اور عامل پیدا کرنے کی وجہ	۲۴۷	۱۲۵	ابو القاسمؒ کی تاویل پر تبصرہ	۲۲۵
	<b>فصل ۲</b>		۱۲۶	ابن حنیفؒ کا فقر	۲۲۶
	<b>اسلام کا اصل لا اصول</b>		۱۲۶	ابن قیمؒ کی تشریح (تبدیل صفا)	۲۲۷
۱۳۵	توحید ربوبیت اور نجات	۲۴۸	۱۲۶	ابو حفصؒ کی شرط	۲۲۸
۱۳۶	نتیجہ عبادت	۲۴۹	۱۲۷	بعض قائلین کا فقر	۲۲۹
۱۳۷	حقیقی خوشی کا ذریعہ	۲۵۰	۱۲۷	سہل بن عبد اللہؒ	۲۳۰
۱۳۷	حقیقی ہلاکت کا ذریعہ	۲۵۱	۱۲۸	ابو بکر بن طاہرؒ	۲۳۱
	<b>فصل ۳</b>			ایک عارف کے نزدیک سچا فقر	۲۳۲
	<b>نظام عالم کا قیام</b>			ذوالنون مصریؒ کا قول	۲۳۳
۱۳۸	ایک خدا	۲۵۲		<b>فصل ۴</b>	
۱۳۸	توحید فی العبادت	۲۵۳		<b>سچے فقر کے اوصاف</b>	
۱۳۹	روح کی صلاحیت	۲۵۴		حقیقی تارک الدنیا	۲۳۴
	<b>فصل ۴</b>			صاحب حال	۲۳۵
	<b>دنیاوی لذات کی ناپائیداری</b>			ترک مراد	۲۳۶
۱۳۹	حقیقی اور غیر حقیقی لذتیں	۲۵۵		فقیر صادق کی شناخت	۲۳۷
				قیود سے آزادی	۲۳۸
				تحمل ہمدردی اور جاں نثاری	۲۳۹



صفحہ	مضمون	شمارہ	صفحہ	مضمون	شمارہ
۱۵۱	احسان کی بناء	۲۷۷	۱۳۰	واضح مثال	۲۵۶
۱۵۱	دفع ضرر کا مقصد	۲۷۸	۱۳۰	خلاصہ کلام	۲۵۷
۱۵۲	خود غرضی میں حکمت	۲۷۹		<b>فصل</b>	
	<b>فصل</b>			پہلا بنیادی اصول	
	مخلوق سے استعانت		۱۳۱	انسان کی روحانی غذا	۲۵۸
۱۵۲	انسان کا مطمح نظر	۲۸۰	۱۳۱	عبادت کو متعلق غلط فہمیاں	۲۵۹
۱۵۳	انسان سے امید رکھنا	۲۸۱	۱۳۱	اصل حقیقت	۲۶۰
۱۵۳	جلیل القدر حقیقت	۲۸۲	۱۳۲	ملائیہ ماحول	۲۶۱
۱۵۳	تاکید احتیاط	۲۸۳	۱۳۲	محبت صادق اور عاشق زار	۲۶۲
	<b>فصل</b>			<b>فصل</b>	
	انسانی احسان کی بناء			دوسرا بنیادی اصول	
۱۵۴	ذاتی اغراض	۲۸۴	۱۳۳	آخرت کی روحانی لذات	۲۶۳
۱۵۴	انسان سے ملحدگی	۲۸۵	۱۳۴	رسول اللہ صلعم کی دعا	۲۶۴
۱۵۸	گزشتہ زندگی میں بصیرت	۲۸۶	۱۳۴	محمودی تقار الہی	۲۶۵
۱۵۵	نیک بخت انسان	۲۸۷	۱۳۴	لذت دیدار الہی	۲۶۶
۱۵۶	نفع اور ضرر کا مالک	۲۸۸		<b>فصل</b>	
۱۵۶	مخلوق کی بے بسی	۲۸۹		اثبات مدعا کی دلیل	
	<b>فصل</b>		۱۳۵	پہلی دلیل	۲۶۷
	نزول رحمت کے مواقع		۱۳۵	دوسری دلیل	۲۶۸
۱۵۷	علم الہی کی حقیقت	۲۹۰	۱۳۶	تسرت منہ و عطاء	۲۶۹
۱۵۷	کفران نعمت	۲۹۱	۱۳۷	قرآن کا طرز بیان	۲۷۰
۱۵۸	سلب نعمت	۲۹۲	۱۳۷	فطری تقاضا	۲۷۱
۱۵۸	شامت اعمال	۲۹۳	۱۳۸	توکل علی اللہ کے اسباب	۲۷۲
۱۵۹	بے جا نکتہ چینی	۲۹۴	۱۳۸	تیسری دلیل	۲۷۳
۱۵۹	ایک ترین قول	۲۹۵	۱۳۹	محبت غیر اللہ کا نتیجہ	۲۷۴
۱۶۰	پانی کہاں مرتا ہے؟	۲۹۶	۱۳۹	غیر اللہ پر اعتماد و خسران ہے	۲۷۵
	<b>اختتام حصہ اول</b>			<b>فصل</b>	
				رسمت الہی کا نزول	
			۱۴۰	احسان حقیقی	۲۷۶

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
مقدمہ از مصنف

# فصل

رضائے الہی کا درجہ

معرفت الہی کا درخت

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله خير خلقه محمد وآله واصحابه اجمعين۔ اما بعد :  
بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت، معرفت اور توحید کا درخت اُن لوگوں کے دلوں میں لگایا ہے جن کو اُس نے بارگاہِ نبوت کے لئے انتخاب فرمایا، اپنی نعمت سے سرفراز کیا اور اپنی تمام مخلوق پر اُن کو شرف بخشا ہے۔ اُس درخت کی مثال ایک ایسے پاکیزہ درخت کی ہے جس کی جڑیں مضبوطی کے ساتھ زمین میں گڑی ہوں، اُس کی شاخیں آسمان سے باتیں کرتی ہوں اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ ہر وقت اپنے لذیذ میوؤں سے اپنے مالک کو محفوظ کرتا ہو۔

ایمان کا درخت

ایمان کے درخت کی بعینہ یہی مثال ہے: اس کی جڑیں قلب میں راسخ ہو چکی ہیں اور پاکیزہ کلمات اور اعمالِ صالحہ اسکی شاخیں ہیں جو (مقبول ہو کر) آسمان تک پہنچتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان شاخوں سے ہر وقت ایسے میوے یعنی پاکیزہ کلمات اور اعمالِ صالحہ چُٹنے جاتے ہیں جن سے اُس کے مالک اُس کے تمام گھر والوں اسکے دوست احباب، یہاں تک کہ اُس کے محافظوں کو آنکھوں کی خشکی حاصل ہوتی رہتی ہو۔ کیونکہ جس شخص کیلئے اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی معرفت خشکی چشم کا حکم رکھتی ہو



اس سے ہر ایک کو خنکی چشم حاصل ہوتی ہے، ہر ایک وحشت زدہ اس کے ساتھ مانوس ہوتا ہے، ہر ایک چیز جو پیدا ہو اس کے ساتھ مست ہونے پر پاکیزہ کا حکم پیدا کر لیتی ہے، ہر ایک غمگین کیلئے اس کا دیدار خوشی کا موجب ہوتا ہے، ہر ایک خوف زدہ کو اس کے ساتھ مل کر امن حاصل ہوتا ہے، اور ہر ایک غائب کو شہود کا درجہ حاصل ہوتا ہے اور اس کو دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے۔ اُس کا دل (تمام دوسری چیزوں سے ہٹ کر) اللہ تعالیٰ کے ساتھ مطمئن ہوتا ہے، اُسکی محبت خالص اللہ تعالیٰ کیلئے ہوتی ہے اور اُسکی بیم و امید اُسی کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے اور اسی طرح اُسکا سنتا دیکھنا اور چلنا پھرنا یادِ الہی میں گزرتا ہے۔

### مومن کا نصب العین

الغرض، مومن کو تمام حرکات سکناات صرف اللہ تعالیٰ (اور اُسکی خوشنودی) کیلئے ہوتے ہیں، اُسکا حُب اور بغض اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہوتا ہے، اُسکا دنیا یا نہ دنیا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی یا عدم خوشنودی کو خیال پر مبنی ہوتا ہے، اُسکا معبود، اُس کی بیم و امید کا مرکز، اُس کا نصب العین اور اس کا واحد مطلوب صرف وہی رضا و الہی کا حصول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو رسول کو وہ اپنا واحد رہنما اور پیشوا سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی (مخلصانہ) عبادت اور محبت اور اُسی کیساتھ اپنا خوف و رجا کو وابستہ رکھنے میں وہ خالص موحد ہوتا ہے اور اُس کو رسول کی متابعت، اول و جان سے اُس کی پس روی اور اخلاق و آداب میں اُس کو نقش قدم پر چلنے میں کسی دوسرے کو اُسکا درجہ نہیں دیتا۔



# فصل ہجرت کی دو قسمیں

مومن ہمیشہ دو قسم کی ہجرتوں میں مشغول رہتا ہے:-

## (۱) ہجرت الی اللہ

پہلی ہجرت اُس کی الی اللہ کی طرف ہوتی ہے جس کو وسائل و ذرائع یہ ہیں :  
اُسی کی طلب، عبادت اور محبت میں شہر رہنا، اُسی پر بھروسہ رکھنا اور توکل کرنا،  
اپنی تمام امور کو اُس کی طرف تفویض کر دینا، اُس کے ہر ایک حکم کو آگے تسلیم کرنا،  
ہر ایک حالت میں اُسی کی طرف رجوع کرنا، اُسی کو ساتھ اپنی خوف ورجاء کو وابستہ  
رکھنا، اپنی تمام تر توجہ کو اُس پر مبذول کر دینا، پیچہ دل سے اُسکی پناہ ڈھونڈنا،  
اور اپنی آپ کو محتاج بلکہ سراپا احتیاج سمجھ کر ہر ایک لمحہ اور لحظہ میں اُسکی محبت  
اور فضل کا نگراں رہنا۔

## (۲) ہجرت الی الرسول

مومن کی دوسری ہجرت اللہ تعالیٰ کے رسول کی طرف ہے جسکا ملخص یہ ہے  
کہ: اپنے ظاہر اور باطن کے تمام حرکات و سکنات کو شریعت کو سانچے میں ڈھال دے،  
کیونکہ جو شریعت آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں اُس میں اُن تمام باتوں کی  
تفصیل موجود ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ یا ناپسندیدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ  
اپنی رسول کی موافقت کو بغیر کسی عمل کو قبول نہیں فرماتا، بلکہ ہر ایک ایسا عمل جو  
اُس کی تعلیم سے سرِ مو بھی مخالفت رکھتا ہو، ہواؤ نفس کا نتیجہ خیال کیا جاتا ہو اور



آخرت میں وہ کچھ بھی فائدہ نہیں دیتا۔

### ارشادِ جنید بغدادیؒ

شیخ الطریقۃ سید الطائف حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتی ہیں :  
 ” اللہ تعالیٰ کی طرف تمام راستے بند ہیں ، صرف ایک ہی راستہ کھلا ہے اور وہ اس  
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا راستہ ہے ، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : مجھے  
 اپنی جلال اور کبریا کی قسم ! جس راستے سے وہ آئیں اور جس دروازے کو بھی  
 کھٹکھٹائیں ، جب تک وہ تیری پیچھے چلنا اختیار نہیں کریں گے وہ کسی دروازے کو  
 کھلا ہوا نہیں پائیں گے !“

ایک عارف کا قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کو چھوڑ کر جو عمل  
 بھی کیا جائے وہ درحقیقت نفس کی خواہش کو پورا کرنا ہے۔

### سعادت کا ذریعہ

چونکہ سعادت کا تمام تر انحصار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آوردہ شریعت  
 کے اتباع پر ہے اس لئے جو شخص اپنے نفس کی نیکخواہی کرتا ہے ، وہ اپنی عمر کو اُسی کا  
 علم حاصل کرنے پر وقف کر دے اور اپنی ارادوں کا نصب العین انہی باتوں کا عمل  
 میں لانا ٹھیرا دے جو اللہ تعالیٰ ہی کے نزدیک محبوب ہیں ۔ یہ ایک اولوالعزمانہ عالی  
 ہمتی ہے جس کے حصول کیلئے کمر ہمت باندھنا سابقین کا کام ہے

### وجہ تسمیہ کتاب

اور اسی لئے ہم (ابن القیمؒ) نے اس کتاب میں ہجرتِ محمدیہؐ کو راستہ پر چلنے کے  
 اصول بیان کر کے اس کا نام طریقِ الہجرتین رکھا ، جس کا پہلا باب فقر اور عبودیت  
 کے مضمون پر مشتمل ہے ، کیونکہ یہی فقر اور عبودیت ہی سعادت کا دروازہ اور اس  
 تک پہنچنے کا راستہ ہے جس کو چھوڑ کر کسی دوسرے دروازہ سے اس میں داخل نہیں

ہو سکتے۔ اور اس کتاب کا خاتمہ ایک ایسے باب پر کیا ہے جس میں حق اور انس کی  
 مساوت اور تفاوتِ اخروی کے مختلف مراتب کی تفصیل کی ہے۔ چنانچہ یہ کتاب  
 اپنے موضوع پر بنیظیر تصنیف ہے، اور ہر ایک قوم اپنے مذاق کے موافق اس  
 سے استفادہ کر سکتی ہے۔ جو کچھ اس کتاب میں حق اور صواب لکھا گیا ہے  
 وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اُسی کی توفیق کا نتیجہ ہے۔ لیکن اس کی  
 غلطیاں میری (ابن القیمؒ) اپنی کوتاہی اور شیطان کی شرارت۔ سیہ منسوب سمجھی جائیں۔  
 اور اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسولؐ کو اُن سے بری خیال کیا جائے۔

ناظرین! اس کتاب کے مصنف نے اپنی بیماںگی کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی  
 عقل اور فہم کے نتائج تمہاری خدمت میں پیش کئے ہیں جس کا فائدہ تمہارے لوگوں  
 اور اُسکا وبال خود مصنف کی گردن پر ہے۔ اس کا میوہ تم کھاؤ اور اس کا چھلکا  
 اور گھلی مصنف کی طرف پھینکو۔ اگر وہ اپنی اس تصنیف سے تم کو ممنون بنانے سے  
 قاصر بھی رہا تو یقین ہے کہ کم از کم اُسکو معذور تصور کرنے سے تو آپ اعراض  
 نہیں فرمائیں گے۔ لیکن اگر تم خواہ مخواہ ملامت پر تیلے ہوئے ہو تو بسم اللہ یہ بھی  
 منظور ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے درخواست ہے کہ اس کوشش کو خالص اپنی ضامندی  
 کیلئے مخصوص فرمائے اور اس کے مؤلف (ناشر و مترجم) کو اس کتاب کے پڑھنے والوں  
 کو دنیا اور آخرت میں اس کے فوائد سے بہرہ ور فرمائے۔ بیشک وہ دعاؤں  
 کو سننے والا اور ہماری اُمیدوں کا مرکز ہے وہی حبیبی و نعم الوکیل!





# باب (۱)

## فہر اور عبودیت

### فصل

بندہ اور اللہ تعالیٰ کے اوصاف

اوصاف ذاتی اور موجدات

قال اللہ عز وجل :-

<p>لوگو! تم سب اللہ کی طرف محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ ہی تو ہو جو تم سب سے بے نیاز اور ہر ایک طرح کی تعین کا مستحق ہو۔</p>	<p>يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ - (۱۵ : ۳۵)</p>
--	---

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اس بات کی تصریح فرمائی ہو کہ اُس کے بندوں کا اُسکی طرف محتاج ہونا اُن کیلئے ایک صفت ذاتی ہے، جس کا اُن سے علاحدہ ہونا ناممکن ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا بے نیاز اور ستودہ صفات ہونا اُس کیلئے ایک امر ذاتی ہے۔ بندگانِ خدا کا فقر و احتیاج اور اللہ تعالیٰ کا غنی حمید ہونا دونوں کسی خارجی سبب و علت کے محتاج نہیں۔ بندہ کا اپنے رب تعالیٰ کی طرف

محتاج ہونا اسکی ذات کا ایک جزو ہے اور وہ کسی دوسرے سبب یا علت مثلاً حدوث یا امکان کی بنا پر نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا بے نیاز ہونا اُس کیلئے صفت ذاتی ہے جس کیلئے کسی خارجی علت یا موجب ٹھونڈنے کی ضرورت نہیں۔

صفات ذاتیہ کسی سبب کے محتاج نہیں

شیخ الاسلام ابن تیمیہ انسان کے فقر و احتیاج اور اللہ تعالیٰ کے غنی مطلق ہونے کو اسکی صفت ذاتیہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جن چیزوں کو انسان کے فقر و احتیاج کا سبب یا علت بتایا گیا ہے، مثلاً امکان اور حدوث وغیرہ، وہ تمام اس کے علامات ہیں، جن کے وجود سے اس کے فقر و احتیاج پر استدلال کیا جاسکتا ہو، لیکن کوئی بھی ان میں سے اسکی علت موجبہ نہیں کیونکہ صفت ذاتیہ سبب اور علت کی ہرگز محتاج نہیں ہوتی۔ لہذا عالم کون و فساد کو رب العالمین کا محتاج قرار دینے کیلئے اس کے امکان یا حدوث سے استدلال کرنا اور امکان یا حدوث کو اس کے احتیاج کی علت قرار دینا، جیسے کہ بالترتیب فلاسفہ اور متکلمین کا قول ہے، یہ بالکل غلط ہے۔

### امکان اور حدوث

صحیح قول یہ ہے کہ امکان اور حدوث آپس میں لازم ملزوم ہیں اور دونوں کو احتیاج کی دلیل کہا جاسکتا ہے، لیکن اسکی علت موجبہ ان کو ہرگز نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ اس کا احتیاج اپنے رب کی طرف اسکی وصف ذاتی ہے جو کسی علت کی محتاج نہیں۔ چنانچہ عالم اور مافی العالم سب اپنے رب کی طرف بالذات محتاج ہے اور اُس کا غنی مطلق ہونا اُس کی صفت ذاتیہ ہے، تعالیٰ شانہ۔ عالم کا امکان یا حدوث وغیرہ اس کے احتیاج کی علامتیں اور اُس کے دلائل ہیں، فقط۔



## محتاج بالذات

الغرض اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی حقیقت کھول کر تمہارے سامنے رکھ دی ہے کہ وہ بالذات اسکے محتاج ہیں اور ساتھ ہی اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ وہ غنی مطلق ہے اور دونوں کے حق میں اسکے خلاف ہونا محال اور ناممکن ہے جیسے کہ عبد کا عہدہ ہونا اور رب تعالیٰ کا رب نہ ہونا ممکن نہیں ہے۔

## فصل فقر کی قسمیں

### پہلی قسم

جب تم نے اچھی طرح اس بات کو ذہن نشین کر لیا کہ ہم محتاج ہیں اور اللہ تعالیٰ غنی مطلق ہے تو اب سمجھ لو کہ فقر و محتاج کی دو قسمیں ہیں:

اول فقر اضطراری ہے جو ہر ایک نیک بند کے گلے کا طوق ہے لیکن اس قسم کے فقر پر کسی قسم کی مدح و ذم یا ثواب و عذاب مترتب نہیں ہوتا۔ بلکہ اسکی مثال یہ ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہونے سے کسی کو چارہ نہیں۔

### دوسری قسم

دوسرا فقر اختیاری ہے جو کہ دو جلیل القدر حقیقتوں کا علم حاصل ہونے کا نتیجہ ہے: ایک یہ کہ انسان اپنے رب کو پہچان لے۔ دوسری یہ کہ اپنے آپ کو پہچان لے۔ ان دونوں حقیقتوں کا علم حاصل ہونے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اس کو اپنے ذاتی فقر و احتیاج کا علم حاصل ہو اور اسی میں اس کی فلاح اور سعادت ہے اور چونکہ ان دونوں

حقیقتوں کا علم سب میں یکساں نہیں، اس لئے فقرِ خستہ یاری کے مراتب بھی مختلف ہیں جو اس علم کا نتیجہ ہے۔

### معرفتِ خالق و مخلوق

چنانچہ جب کسی نے یہ پہچانا کہ اس کا رب تعالیٰ غنی مطلق ہے، اسکو اپنے فقرِ ذاتی کا علم حاصل ہو گیا۔ جس کسی نے اپنے رب تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کو پہچانا، اسکو اپنا کامل عجزِ معلوم ہو گیا۔ جس کو یقین حاصل ہوا کہ اس کے رب کی صفتِ عزت درجہ کمال تک پہنچی ہوئی ہے، اس کو یہ بھی یقین ہو گا کہ وہ خود حد درجے کا مسکین ہے اور جس نے یہ جانا کہ اس کا رب علمِ محیط اور حکمتِ بالغہ کی صفاتِ کاملہ سے موصوف ہوا، وہ اپنے جہل کا مترف ہوا۔

### فقرِ اضطراری

جب انسان اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تو وہ جاہل مطلق تھا، کچھ بھی نہیں جانتا تھا، ایک تنگے تک کو کسی ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ رکھ دینے پر قادر نہیں تھا اور کسی قسم کا ذرہ بھر تصرف یا اختیار اسکو حاصل نہیں تھا، وہ کسی کو دینے یا نہ دینے کی مطلق طاقت نہیں رکھتا تھا اور نہ ہی اپنا یا کسی دوسرے کا نفع نقصان اس کے بس میں تھا۔ اس حالت میں عاجز، فقیر اور محتاج ہونا آنکھوں سے دیکھا جاسکتا تھا اور ہر ایک شخص اسکو محسوس کر سکتا تھا۔ اور یہ تمہیں معلوم ہو کہ یہ صفتِ احتیاج اس کے لوازمِ ذاتیہ میں سے ہے اور صفاتِ ذاتیہ میں تغیر کا آنا محال اور ناممکن ہے، وہ ہمیشہ بندہ محتاج ہو گا اور کبھی اپنے وجودِ بقا میں) اپنے خالق سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

### فقرِ خستہ یاری

الغرض اس کی پہلی حالت تم دیکھ چکے ہو (بلکہ کسی کو بھی اس کے ہر طرح سے



عاجز اور محتاج ہوئے میں ذرہ بھی شک نہیں تھا) لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی رحمتیں نازل فرمائیں اور ظاہر و باطن میں اسکو اپنی نعمتوں سے سرفراز فرمایا، اس کو آنکھ اور کان اور دماغ بخشا، اس میں علم اور قدرت و ولایت فرمائی اور تمام کائنات میں تصرف کرنے پر اس کو قوت اور کیا۔ چنانچہ اپنے اپنا جس کے انواع و اقسام کی خدمتیں لیں اور چہرہ پرند اور پرند کو اس نے مسخر کیا، سمندر کی گہرائیوں میں بسنے والے جانوروں تک اسکی دستبرد سے محفوظ نہ رہے اور وحشی درندوں تک کو اپنے قبضہ میں لایا، نہریں کھودیں پہاڑوں کو چسپاں پھاڑا، سربلک عمارتیں بنائیں اور دشمنوں سے بچنے کا سامان کیا۔

### انسان کی سرکشی

اس حالت میں پہنچ کر وہ اپنے آپ کو ایک دوسری آنکھ سے دیکھنے لگا، اپنے فقر و احتیاج کو ایسا بھلا دیا، گویا اسکی قلب ماہیت ہو گئی، گویا وہ اب پہلا شخص ہی نہیں رہا جو عبودیت و احتیاج کا مجسمہ تھا اور اپنے زعم باطل میں یہ سمجھنے لگا کہ وہ بھی خدائے تعالیٰ کی سلطنت میں برابر کا شریک حصہ دار ہے (بلکہ بہتوں نے تو اپنے آپ کو مستصرف کل خیال کیا اور خدائے تعالیٰ کا خیال تک درمیان سے نکال دیا۔ اگر تمہیں اس میں شک ہو تو اہل زمانہ کی طبیعتیں اور مادہ پرستوں کو دیکھ لو)۔

### آیت انفس

سند امام احمد میں بشیر بن جراح نے ایک حدیث روایت کی ہے کہ "ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتیلی پر تھوکا اور اس پر انگلی رکھ کر فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اے آدم کے بیٹے! کیا تم میرے قبضہ قدرت اور میرے تصرف سے باہر جا سکتے ہو؟ حالانکہ میں نے تمہیں اسی (تھوک) کی مانند چسپاں پیدا کیا۔"

یہاں تک کہ میں نے تمہارے اعضاء اور تُوئی کو درست کیا اور تم کپڑوں کا جوڑا پہن کر اکڑ کر چلنے لگے، تب تم نے مال و دولت جمع کی اور مستحقین کو اُس کے دینے میں سبیل کیا۔ اور بالآخر جب تمہاری سُوج پرواز کرنے لگی تو تم نے یہ کہنا شروع کیا کہ اب میں خیرات کرونگا، لیکن اب یہ خیرات کا وقت کہاں؟ (اب بچتائے کیا ہوت جب چڑیاں چُک گئیں کھیت!)۔

### سرکشی کا انجام

اسی مقام پر توفیق اور خذلان کے مناظر پیش آتے ہیں، چنانچہ مخذول وہی ہے جو اپنی حقیقت سے غافل ہوا اور اپنے نفس کو بھلا دیا، اور ساتھ ہی اپنے فقر و نیاز اور اپنے خالق کی طرف محتاج بالذات ہونے کو فراموش کر کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُس نے سرکشی اختیار کی اور اُسکا انجام شقاوت ہوا۔ قال اللہ عز و جل :-

انسان جب بے یکتا ہے کہ وہ بے نیاز ہو گیا تو وہ سرکشی کرنے لگتا ہے۔

إِنَّ الْإِنْسَانَ لَبِغْضٍ أَنْ رَأَاهُ  
اسْتَغْنَى - (۹۴ : ۷۶)

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے :-

فَأَتَا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ وَصَدَّقَ  
بِالْحُسْنَىٰ فَسَنِيْسِرُهُ لِلْيُسْرَىٰ وَأَمَّا  
مَنْ يَبْغِلْ وَاسْتَغْنَىٰ، وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ،  
فَسَنِيْسِرُهُ لِلْحُسْرَىٰ۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے اپنا مال خرچ کرتا ہے اور پرہیزگاری کرتا ہے اور وعدہ شیک کو سچا جانتا ہے اُس کیلئے ہم دشوار ترین راستہ آسان بنا دیں گے، لیکن جو کوئی بخیلی کرے گا اور اپنے آپ کو بے نیاز سمجھے گا اور وعدہ نیک کی تکذیب کرے گا اس کیلئے ہم آسان ترین راستے کو دشوار کر دیں گے۔

(۹۲ : ۵ تا ۱۰)

# فصل

## کامل ترین انسان

### آنحضرت کی دعائیں

الحاصل کامل ترین انسان وہ ہے جو عبودیت میں اکمل ہو اور اپنے فقر و نیاز اور خالق کی طرف اپنے محتاج ہونے کا برابر مشاہدہ کرتا رہے، اور یہ کہ وہ ایک لمحہ کیلئے بھی اپنے رب تبارک و تعالیٰ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ آنحضرت صلعم اکثر اپنی دعائیں فرمایا کرتے تھے:

اللَّهُمَّ أَصْلِحْ لِي شَأْنِي كُلَّهُ وَلَا تَكِلْنِي إِلَى أَنْفُسِي طَرَفَةَ عَيْنٍ وَلَا إِلَى أَحَدٍ مِمَّنْ خَلَقَكَ.	بارخدا یا! میرے ہر ایک کام کو درست کر دے اور مجھ کو ایک لمحہ کیلئے بھی میری اپنی نفس یا کسی دوسری مخلوق کا محتاج نہ کیجیو۔
--	--

نیز فرمایا کرتے تھے:

يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ	اے میرے خدا! جو دلوں میں تصرف کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور انکو بدلتا رہتا ہے، میرے دل کو اپنے دین پر قائم رکھیو۔
--	--

اس دعا سے آپ کو تعلیم دینا مقصود تھا کہ انسان کا دل اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے اور وہ جس طرح بھی چاہتا ہے اس میں تصرف فرماتا ہے۔ کیونکہ آپ ہی پر تو یہ آیت نازل ہوئی تھی:

وَلَوْلَا أَنْ ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدْتُمْ	اگر ہم تم کو ثابت قدم نہ رکھتے تو یقیناً تم
---	---



تَوَكَّنْ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا - (۷۴:۱۷) | اُنکی طرف تھوڑے بہت مائل ہو جاتے۔  
آنحضرتؐ کا قرب منزلت

آنحضرتؐ صلعم کا اپنے آپ کو رب تعالیٰ کا محتاج سمجھنا بقدر آپؐ کی معرفت اور آپؐ کے قرب منزلت کے تھا، سچ ہے کُلُّ اِنَاءٍ يَتَرْتَجِحُ بِمَا فِيهِ۔ آپؐ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زائد قرب حاصل تھا اور آپؐ کا مرتبہ سب سے بلند تھا، کیونکہ آپؐ نے فقر اور عبودیت کے مقام کی تکمیل کی تھی۔ آنحضرتؐ صلعم اپنے صحابہ سے اس طرح خطاب فرمایا کرتے تھے: ”لوگو! مجھ کو اپنے مرتبہ سے مت بڑھاؤ، کیونکہ بیشک میں ایک بندہ ہوں۔“ بعض اوقات اس مضمون کو ان الفاظ میں بیان فرمایا کرتے تھے: ”میری تعریف میں اس طرح کا مبالغہ مت کیا کرو جس طرح کہ عیسائیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں غلو کیا ہے۔ بیشک میں ایک بندہ ہوں، اور تم یہی کہا کرو کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اُس کا رسول ہے۔“

### شرفِ عبودیت

اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کلام پاک میں تین ایسے مقامات پر بندہ کے لفظ سے یاد فرمایا ہے، جہاں پر کہ آپؐ کا شرف بتانا مقصود تھا:

۱۔ آپؐ کے معراج کا قصہ بیان فرماتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے:

سُبْحَنَ الَّذِي اَسْرَى بِعَبْدِهِ - | پاک ہے وہ خدا جس نے رات کے ایک حصہ میں اپنے بندہ کو (آسمانوں کی) سیر کرائی۔ (۱۰:۱۷)

۲۔ دعوت کے مقام میں آپؐ کا حال ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے:-

وَاَنَّا لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا - (۱۹: ۷۲) | جب اُس کا بندہ اُس کو پکارنے کیلئے کھڑا ہوتا تو لوگ اس پر اس طرح اشد اہام کرتے ہیں کہ قریب دھڑکے ارد گرد پرے کے پے باندھ دیں۔

۳۔ آپ کے صدق اور قرآن کریم کی حقانیت کا ان الفاظ میں چیلنج دیا گیا ہے  
 وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا  
 عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ  
 (۲۳: ۲)

اگر تمہیں اس کلام کی سچائی میں شک ہے  
 جو ہم نے اپنے بندہ پر نازل فرمائی ہو تو اسکی  
 مانند تم بھی ایک سورت بنا لاؤ۔

شفاعت کی حدیث میں مذکور ہے کہ ”جب لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے  
 پاس حاضر ہونگے تو آپ اُن سے کہیں گے ”محمدؐ کے پاس جاؤ، وہ ایک ایسا بندہ  
 ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اُس کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دئے ہیں۔“  
 بالفاظ دیگر شفاعت کا مقام محمود آپ کو عبودیت کی بدولت حاصل ہوا اور  
 اس لئے کہ آپ مغفور الذنب ہیں۔

## فصل فقر کی کونسی قسم مفید ہے؟

### انبیاء اور صالحین کا فقر

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ فقر و احتیاج کی دو قسمیں ہیں: ایک اضطراری  
 جس کا مفہوم یہ ہے کہ تمام مخلوقات اپنے وجود و بقاء میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت  
 کی محتاج ہے۔ (اس میں مطیع اور غیر مطیع برابر ہیں) دوسرا فقر اختیاری جس  
 کی ماہیت یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کی معرفت حاصل کر کے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ  
 کی اُکوہیت کا محتاج تصور کر لے۔

مثلاً یعنی یہ کہ وہی اُسکا معبود ہے، اُسی پر اُس کو بھروسہ رکھنا چاہئے، اُسی کی ذات پاک

فقر کی یہی دوسری قسم مفید ہے اور انسبیا اور صالحین کا فقر اسی قسم سے تعلق رکھتا ہے۔ اسی نکتہ کیلئے آیت مندرجہ عنوان (اَنْتُمْ الْفُقَرَاءُ اِلَى اللّٰهِ) میں اللہ تعالیٰ نے اس فقر کی اضافت لفظ "اَللّٰہ" کی طرف منسوب کی ہے "وَب" کی طرف نہیں کی۔ جس فقر کا صوفیہ کرام اپنے کلام میں ذکر کیا کرتے ہیں اور اسکو موضوع بحث قرار دیتے ہیں، وہ یہی فقر خاص ہے، فقر عام سے انکو کچھ سروکار نہیں۔

# فصل

## مدارج فقر

### فقر کی تعریف

فقر کی تعریف بیان کرنے میں صوفیہ کرام کی عبارتیں مختلف ہیں اور ہر ایک صاحب معرفت نے اپنی معرفت اور اپنے ذوق اور وجدان کے مطابق اس کی تعریف بیان کی ہے، چنانچہ شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاریؒ فقر کی تعریف ان الفاظ میں فرماتے ہیں: "فقر کی ماہیت یہ ہے کہ آدمی ملک اور تصرف کا دیکھنا چھوڑ دے۔"

### پہلا درجہ

فقر کے تین درجے ہیں: پہلا درجہ زاہدوں کا فقر ہے اور وہ یہ ہے کہ دنیا کی طلب اور اُس کا قبضے میں رکھنا ترک کر دے، اُس کی مدح اور ذم نہ بان

(ماشیہ بقیہ صفحہ ۱۴) سے اپنی بیم و امید کو وابستہ رکھے۔ وغیرہ وغیرہ۔ (مترجم)



پیر نہ لائے اور اُس کی طلب یا اُس کے ترک سے اُس کا دل سلامت ہو۔ یہی فقر ہے جس کے شرف کی بابت اہل تصوف نے کلام کیا ہے۔

### دوسرا درجہ

فقر کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کو سب سے پہلے ملحوظ رکھنے کی طرف رجوع کرے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنے اعمال پر فریفتہ ہونے سے محفوظ رہیگا۔ احوال و مواجید کی خواہش اُس کے دل میں باقی نہیں رہیگی، اور وہ مقاماتِ عالیہ کو خاطر میں لانے کی نجاست سے آلودہ نہیں ہوگا۔

### تیسرا درجہ

تیسرا درجہ اس کا یہ ہے کہ صحیح طور پر اپنے آپ کو مضطر (مردہ بدست زندہ) خیال کرے، انقطاعِ توحیدی کے قبضہ میں پڑ جائے اور تجرید کی قید میں محبوس ہو جائے۔ صوفیہ کا فقر یہی ہے۔

# فصل

## حقیقتِ فقر

### مشاہدہ ملک و تصرف

شیخ الاسلام عبد اللہ انصاریؒ فرماتے ہیں ”آدمی ملک اور تصرف کا دیکھنا چھوڑ دے“ اس کے معنی یہ ہیں کہ صرف اپنے مالکِ حقیقی کو متصرف سمجھے اور اپنے نفس کو ہر ایک طرح سے مملوک خیال کرے اور کسی حالت میں بھی

اس کے مالک ہونے کا خیال تک نہ کرے، اور اپنے اعمال کی بابت یہ خیال کرے کہ اُس کی عبودیت کی وجہ سے اُن کا بجالانا اُس پر لازم ہے۔ اُس کے مالک کو اختیار ہے کہ جس طرح چاہے اُس سے کام لے۔ وہ اپنی ذات اور اپنے اعمال کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا۔

### مملوک غلام کی مثال

ایک شخص اپنے خود پیدا کردہ مال سے ایک غلام خرید کر اُس کو کوئی پیشہ سکھلا دے اور پھر اُس کو حکم دے کہ جو کچھ تم کماؤ، وہ میرے خزانے میں داخل کرو۔ تم کو اپنے نفس پر اور اپنی کمائی پر کچھ بھی اختیار حاصل نہیں۔ اب اگر یہ غلام کچھ کما کر حاصل کرے تو یقیناً وہ اُس کے ہاتھ میں ایک مانت ہوگی، چسکا اپنا مالک کو سپرد کر دینا اُس کا فرض ہوگا، اور اُس کے تمام تصرفات اپنے مالک کے لئے ہونگے۔

### منصب رسالت

چنانچہ اسی حقیقت کو پیش نظر رکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ”میں نہ تو کسی کو دینے کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ کسی سے کچھ روک سکتا ہوں۔ بیشک میرا منصب ایک تقسیم کنندہ کا ہے اور حسبِ کم (اس کو) تقسیم کرتا ہوں۔“ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ خالص عبد کی حیثیت رکھتے ہیں اور آپ کا تصرف بس اپنے ایک غلام کے تصرف کی مانند ہے جو اپنے آقا کے احکام کی تعمیل کرتا ہو اور بس!

### نصب العین کا تفاوت

مالکِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے، اور جو کچھ اس کے بندوں کے قبضہ اور تصرف میں ہے، وہ تمام اموال اور خزانے اُسی کے ہیں، جو صرف اس غرض کے لئے ان کے ہاتھ میں دے دئے گئے ہیں کہ اُن کی سفتِ بذل و امساک کو جانچا جائے، اور اُن کی سچی عبودیت کا امتحان کیا جائے۔

پہنانے ایک تو ان میں سے اللہ تعالیٰ کے ثواب میں رغبت کر کے اور اس کی عقوبت سے ڈر کر اور اس کے قرب اور اس کی رضا مندی کے حصول کو مد نظر رکھ کر اپنے مال میں تصرف کرتا ہے۔ برخلاف اس کے دوسرے شخص کا بذل اور اس کا خواہش نفس اور طبع کے موافق ہوتا ہے۔ وہ اس مال میں مالکانہ تصرف کرتا ہے، (اور مالک حقیقی کے احکام کی مطلق پروا نہیں کرتا بلکہ) اس کا نصب العین جاہ طلبی ہوتی ہے اور وہ لوگوں میں اس کے ذریعہ رفعت اور منزلت حاصل کرنیکی کوشش کرتا ہے۔ انہی کی مدح اور ذمہ پزاس کی نظر ہوتی ہے اور انہیں کے دل میں وہ گھر بنانا چاہتا ہے۔ یا ایسے ہی اغراض کے فوت ہونے کا اس کو ڈر ہوتا ہے۔

### کفرانِ نعمت

الغرض ایسے شخص کی رغبت اور اس کے خوف کا تعلق مخلوق سے ہوتا ہے غالت سے نہیں ہوتا، ایسا شخص عبودیت کے حدود سے باہر نکل جاتا ہے اور اپنے فقر اور احتیاج کو (جو اس کی صفت ذاتیہ ہے) فراموش کر دیتا ہے۔

اگر وہ شخص اپنے نفس کی حقیقت کو پہچان لیتا تو وہ جان لیتا کہ بیشک وہ مملوک محض ہے۔ اگرچہ اس کی ظاہری صورت ایک مالک متصرف کی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

لَقَدْ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ	ان قوموں کے ہلاک کرنے کے بعد ہم نے تم
مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ	کو زمین میں خلیفہ بنایا تاکہ ہم دیکھیں گے کہ
(۱۰ : ۱۴)	تم کیسے عمل کرتے ہو۔

### کفران کا انجام

اس لئے جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے آپ کو بھی مالک خیال کرتا ہو، وہ اس قابل ہے کہ اس کو اپنے نفس کے حوالے کیا جائے، کیونکہ جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے



ساتھ اپنے لئے بھی کوئی دعوے کرتا ہے، وہ اُسی کے حوالے کیا جاتا ہے، لیکن یہ سمجھ لو کہ جس کو غیر اللہ کے حوالے کیا گیا اُسکا انجام یقینی ہلاکت ہے اور اُسکے لئے کسی فوز و فلاح کی اُمید نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بغیر ہر ایک چیز باطل ہے اور جس کو باطل کے حوالے کیا گیا، اُس کا عمل بھی باطل ہوگا اور وہ اپنے اعمال کے ثمرہ سے محروم رہیگا اور جس کا تکیہ اور بھروسہ غیر اللہ پر ہے وہ سخت ترین حاجت کے وقت میں اُس سے قطع تعلق کر لیگا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :

اِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا مِنَ الَّذِينَ  
اتَّبَعُوا وَاَوَّلَ الْعَذَابِ وَقَطَّعَتْ  
بِهِمُ السُّبُلُ -

جبکہ وہ اشخاص جن کی پیروی کی گئی اپنے  
پیروں سے بیزاری کا اظہار کرینگے اور عذاب کے  
وہ اپنی آنکھوں کے دیکھ لینگے اور تمام وسائل اُن  
کے حق میں منقطع ہو جائینگے (تو پھر اُن کا برا حال ہوگا)

(۲ : ۱۶۶)

### انجام کار کی وجہ

اُن کے بطلانِ عمل کی وجہ صاف ہے، کیونکہ جس چیز کی غایت غارت ہو جائے  
اس کے اسباب کا باطل ثابت ہونا ظاہر ہے۔ ہر ایک چیز اللہ تعالیٰ کی ذات پاک  
کے بغیر ہلاک ہونے والی ہے، اور ہر ایک عمل جس کا مقصد خالص اللہ تعالیٰ کی  
خوشنودی حاصل کرنا نہ ہو، وہ باطل ہے۔ اور ہر ایک کوشش جو اللہ تعالیٰ کی  
رضا مندی کے لئے نہ ہو، اکارت جائیگی۔

### حاکم اور خادم کی مثال

فرض کرو، ایک شخص کسی حاکم یا امیر کی خدمت کرتا ہے اور اُسکی رضا مندی  
کے حصول کیلئے شب و روز کوشاں رہتا ہے۔ اب اگر یہ حاکم اور امیر مر جائے تو  
کیا اس شخص کی خدمت اور کوشش اکارت نہیں جائیگی؟

## اصل جہنم

اسی بنا پر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائیگا۔ کیا یہ میرا انصاف نہیں ہے کہ جو شخص جس چیز کی عبادت کرتا تھا وہ اُسی کے ساتھ رہے۔ چنانچہ بُت پرستوں کو بُتوں کی رفاقت نصیب ہوگی اور جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بُتوں کے دوزخ میں گہسنے پر وہ لوگ بھی جہنم میں جائیں گے۔ آفتاب پرست اور ستارہ پرست اپنے معبودوں کے سپرد کئے جائیں گے اور آفتاب اور ستاروں کے جھڑ جانے پر اُن کی پرستش باطل ثابت ہوگی۔ اور اُن کے اعمال اور اُن کی کوششیں اُن کے لئے حسرت اور ندامت کا موجب ہونگی۔ فرمایا:

اُسی طرح اللہ تعالیٰ اُن کے اعمال اُن کیلئے	لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَعْمَالُهُمْ خَيْرٌ أَمْ خَيْرَاتُ
حسرت اور ارمان کر کے دکھائیگا اور وہ دوزخ	عَلَيْهِمْ ذَمًّا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ (۲/۱۶۴)
کی آگ سے نکلنے والے نہیں۔	مُشْرِكٌ اور مَوْحِد

یہی وجہ ہے کہ مشرک کا شرک اُس کے حق میں عظیم ترین خسارہ کا باعث ہوگا، کیونکہ اُس کا بھروسہ ایسی ذوات پر ہے جو خود محتاج اور غایتِ رُجہ کی تہید ہیں۔ لیکن موحّد کا بھروسہ ایک ایسی ذات پر ہے جو غنی اور جُود کا سرچشمہ ہے۔

## فصل تشریح ملک و تصرف

فقہ ممدوح

شیخ الاسلام عبد اللہ انصاری کی عبارت میں ہے کہ آدمی ملک اور تصرف کا دیکھنا چھوڑ دے۔ کیونکہ بعض اوقات آدمی بظاہر کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا۔

اس لئے اُس فقیر مدروح کی صفت سے موصوف نہیں ہوتا، جس کے ہوتے ہوئے انسان تمام اشیاء کا مالک اور متصرف فقط اللہ تعالیٰ کو سمجھتا ہے جو ملک اور ملکوت کا خداوند ہے، یہاں تک بعض اوقات ایک شخص مال و دولت اور خزانوں کا متصرف ہوتا ہے پھر بھی وہ اپنے آپ کو مالک خیال نہیں کرتا بلکہ اپنے آپ کو خازن کی حیثیت میں سمجھتا ہے۔

### امثلہ فقر مدروح

چنانچہ سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وہ بادشاہت دی تھی جو کسی دوسرے فرد بشر کو نہیں دی گئی۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم اور حضرت شعیب اور بعض دیگر نبیاء علیہم السلام کے پاس دولت کی افراط تھی۔ صحابہ میں بھی ایسے ہمسرا موجود تھے جن کے پاس مال و دولت کی کمی نہیں تھی۔ اور جلیل القدر اصحاب نے بظاہر ملک اور تصرف کو نہیں چھوڑا، لیکن ملک اور تصرف کا دیکھنا ان کی طرف ہرگز منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ جو کچھ مال و دولت ان کے پاس موجود تھی وہ اس کو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی عاریت سمجھتے تھے۔ وہ مال گویا ان کے ہاتھ میں امانت تھا۔ اور وہ جانتے تھے کہ اس سے مقصود یہ آزمائش ہے کہ کیا ہم اس مال و دولت میں ایک مملوک غلام کا ساتھ تصرف کرتے ہیں جو اپنے آقا کے احکام کا اتباع کرتا ہے یا ان اشخاص کی طرح ان میں تصرف کرتے ہیں جو اپنے آپ کو حقیقتہً اس کا مالک اور متصرف خیال کرتے ہیں۔ اور تصرف میں آزادانہ روش اختیار کر کے ہوائے نفس کے تابع رہتے ہیں۔

### فقر کا اطلاق

الغرض مال و دولت کا کسی کے ہاتھ میں ہونا، اس پر فقیر کا اطلاق کرنے سے مانع نہیں، بلکہ اس کا اپنے آپ کو مالک خیال کرنا اس سے مانع ہے کہ جو شخص



باوجود مال و دولت کے اپنے آپ کو مالک خیال نہیں کرتا، اُس مال میں تصرف کرنے سے اس کا باطن آلودہ نہیں ہوتا۔ اس کی مثال ایک خازن امین کی ہے جو اپنے آقا کے اشارے کے مطابق اس میں تصرف کرتا ہے۔ ایسے شخص کے پاس اگر چاندی اور سونے کے پہاڑ بھی ہوں تو وہ اس کو مطلق ضرر نہیں پہنچائیں گے۔

### بندہ درم و دینار

برخلاف اس کے جو شخص سچ مچ اپنے آپ کو مالک خیال کرتا ہے، ایسی صورت میں اس کا مال کے ساتھ عاشق اور معشوق کا سا تعلق ہوتا ہے اور اس کی جمع اور تحصیل اس کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہوتا ہے۔ وہ اس کے لمجانے پر مسرور اور اُس کے نہ ملنے کی حالت میں اندوہگین نظر آتا ہے۔ ایسے ہی شخص کے لئے حدیث شریف میں "بندہ درم و دینار" کا ہولناک لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ وہ فقر اور تنگدستی کا تصور تک کرنے سے لرزہ بر اندام ہو جاتا ہے اور بعض اوقات موت کو اس پر ترجیح دیتا ہے۔

### اللہ کا بندہ

اس کے مقابلہ میں اول الذکر شخص اپنے مولیٰ اور مالک حقیقی کی محبت میں مگن رہتا ہے جس کے ہاتھ میں زمین اور آسمان کی گنجیاں ہیں۔ اگر اس کے مال پر کوئی آفت نازل ہو تو اُس کا پختہ اعتقاد یہ ہوتا ہے کہ خود مالک حقیقی نے اپنے مال میں مالکانہ تصرف فرمایا ہے، اور اس لئے وہ اپنا یہ حق نہیں سمجھتا کہ کسی مالی نقصان پیش آنے کی حالت میں بیصبری اور بے مستراری کرے، اس پر غمگین ہو۔ وہ جانتا ہے کہ اُس کی حیثیت ایک خازن اور امین غلام سے بڑھ کر نہیں۔ مالک کو ہر لمحے کا اختیار حاصل ہے کہ جس طرح چاہے اپنے مال میں

تصرف کرے۔ چاہے اُس کو باقی رکھے اور چاہے اُس کو فنا کر دے۔ خازن غلام کو اس میں چون و چرا کرنے کا ذرہ بھی حق حاصل نہیں۔ وہ تو یہی جانتا ہے کہ مالک حقیقی کی ایک بڑی صفت یہ ہے کہ وہ حکیم ہے اور اس لئے اُس کا کوئی فعل اور تصرفِ رِخالی از حکمت نہیں ہوگا۔ اُس کا قلب مال کے تعلق سے فارغ ہوتا ہے اور وہ اُس کی پروا نہیں کرتا، اُس کی ہمت کا مطمح نظر اپنے رب تعالیٰ کی معرفت اور اُس کی محبت اور اُس کا قرب حاصل کرنا ہوتا ہے جس نے اُس کو ہر ایک دوسری چیز سے بے نیاز کر رکھا ہے۔ ہاں تو وہ اُسی کا محتاج رہتا ہے۔

### طغیان اور گمراہی

الغرض تمام تر خرابی ملک اور تصرف کے دیکھنے میں ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے کلام پاک میں اسی دیکھنے کو انسان کے طغیان اور اُس کی گمراہی کا سبب بتایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے :-

إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنَّاغِي  
اِسْتَغْنٰی۔ (۹۶ : ۶)

بیشک انسان سرکشی اختیار کرتا ہے جبکہ وہ  
"دیکھتا ہے کہ وہ بے نیاز ہو گیا۔"

## فصل

استغنیٰ سے کیا مراد ہے؟

طغیان اور ہلاکت کا سبب

سورۃ ایل کی اس آیت میں کہ :

وَمَا مِّنْ يَّجْعِلْ وَاسْتَغْنٰی وَكَذَّبَ | اور لیکن جس نے نجل اور لا پرواہی کی اور ابھتی

بِالْحُسْنِ فَتَنْبِئْهُمْ بِالْعُصْرَىٰ وَمَا يَغْنِي عَنْهُمْ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّى .  
 بات کو جھٹلایا، پس آسان کر دینگے ہم اُس  
 کیلئے سختی کو اور نہ کفایت کریگا اُس کیلئے مال  
 جس کیلئے وہ متردد تھا۔ (۲: ۹۳)

استغنی کے ساتھ رویت کا کوئی صیغہ استعمال نہیں کیا گیا، اور اس میں واللہ  
 تعالیٰ اعلم نکتہ یہ ہے کہ پہلی آیت میں اس کے ”طغیان“ کی علت بتانا مقصود تھا۔  
 اس لئے انسان کا اپنے آپ کو مالک اور متصرف بے نیاز سمجھنے اور ”دیکھنے“ کی تصریح  
 فرمائی اور سورۃ التیل میں اس کی ”ہلاکت“ کے اسباب کا بتانا مقصود تھا، یعنی یہ کہ  
 وہ اپنے رب تعالیٰ کے احکام کی پابندی سے اپنے آپ کو بے نیاز خیال کر کے  
 اُس کو چھوڑ دیتا ہے، کیونکہ اگر وہ اپنے آپ کو اُس کا محتاج خیال کرتا تو وہ  
 اُس کے احکام کی پابندی کو اُس کے قُرب کا موجب تصور کرتے ہوئے اُن احکام  
 کے بجالانے میں کوتاہی نہ کرتا۔ اور اُس کا رویہ ایک ایسے مملوک غلام کا ہوتا  
 جو اپنے مولیٰ سے ایک لمحہ کے لئے بے نیاز نہیں ہو سکتا اور اس کے احکام کی  
 بجا آوری اپنا فرض مؤکد خیال کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس موقع پر خصوصیت  
 سے اس کے بخل کا بھی ذکر کیا ہے، اور یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اُن نیک وعدوں کی  
 تکذیب کرتا ہے جو اہل احسان (مومنین مجتہدین) کے ساتھ کیئے گئے ہیں، جیسے  
 کہ ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:-

لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ  
 جن لوگوں نے نیکی کی اُن کیلئے وعدہ نیک  
 ہے اور اس سے زیادہ بھی۔ (۲۶: ۱۰)

اب میں (ابن تیم) نے اس آیت میں لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا کی تفسیر یہ کی ہے کہ اس احسان  
 سے مراد کلمہ توحید کی شہادت ہے۔ وہ اس بات پر مبنی ہے کہ توحید کا اعتقاد اور  
 اُس کا اعتراف تمام نیکیوں کی جڑ ہے اور اسی کی بدولت انسان خدا کے تعالیٰ کے



نیکے عدول کو پاتا ہے۔

## مفسرین کی غلطی

لیکن جن مفسرین نے الحُسْنٰی کو اس بات پر محمول کیا ہے کہ آدمی خدا کی راہ میں خرچ کر کے اس کا عوض (اس دُنیا میں) پاتا ہے۔ انہوں نے تفسیر کا صحیح ادا نہیں کیا ہے۔ الحُسْنٰی کا مفہوم اس سے بہت زیادہ وسیع ہے، اگرچہ اس میں شک نہیں کہ یہ عوض بھی اس کا ایک جزو ہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ سے بے نیاز ہو جانا (اس کے احکام کو چھوڑ دینا) انسان کی ہلاکت کا موجب ہے، اور اپنے آپ کو بے نیاز سمجھنا اس کے طغیان کا باعث ہے۔ یہ دونوں باتیں فقر اور عبودیت کے خلاف ہیں۔

# فصل

## فقر کے پہلے درجہ کی تشریح

### طریقہ ترک دُنیا

اس کے بعد شیخ الاسلام انصاریؒ نے فقر کے پہلے درجہ کی تعریف بتائی ہے جس کا ما حاصل یہ ہے کہ اپنے ہاتھ اور دل کو دُنیا کی آلودگیوں سے مٹوٹ نہ دے۔ اور اس زہد اور دُنیا کی بے رغبتی کا تصور تک دل میں نہ لائے۔ اس مٹوٹ نہ ہونے کی نشانی یہ ہے کہ دُنیا کو قبضہ میں رکھنے اور اس کے طلب کرنے سے دست بردار ہو جائے۔ یعنی اگر اس کے پاس دُنیا کا مال و دولت موجود ہو تو اس کے (وجہ خیر میں) خرچ کرنے کے متعلق سُجھل نہ کرے۔ اور اگر موجود نہیں تو اس

کی طلب کیلئے حرص اور سوال نہ کرے۔ اس کی یہ رُو گردانی اور دست برداری اس بات کی دلیل ہوگی کہ اس کے دل میں دُنیا کی کچھ بھی قدر و منزلت اور وقعت نہیں ورنہ اس کا نتیجہ اس کے برخلاف ہوتا۔ مال و دولت کے ہوتے ہوئے وہ اس کو قبضہ میں رکھنے کی کوشش کرتا۔ کیونکہ وہ اسی کی بدولت اپنے آپ کو دنیا کا خیال کرتا۔ اور مال دولت کے نہ ہونے کی حالت میں وہ اس کی طلب میں سرگردا رہتا۔ کیونکہ وہ اپنے آپ کو اس کا محتاج سمجھتا۔

### مدح و ذم دُنیا

نیز یہ بھی فراغت اور دست برداری کا جزو مکمل ہے کہ اس کی مدح اور ذم دونوں سے سائنٹ رہے، کیونکہ جو شخص کسی چیز کی بابت فکر مند ہوتا ہے اور اس کی اس کے دل میں وقعت ہوتی ہے، لا محالہ اس کی مدح اور ذم کے متعلق کچھ نہ کچھ اس کی زبان پر آتا رہتا ہے۔ اگر وہ چیز اس کو میسر نہ ہو تو وہ اُس کی مدح میں طبع اللسان رہتا ہے، اور اگر اُس کے حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو تو اُس کی مذمت اس کی زبان پر جاری رہتی ہے۔ اور کسی چیز کی مذمت کرنا بھی اس کی اہمیت اور دل میں جاگزیں ہونے کی دلیل ہے، گویا اس کی مذمت کر کے وہ اپنے دل کو تسلی دیتا ہے۔

اسی طرح دنیا میں بے رغبت ہونے اور زہد و اتقا کو بنظر وقت دیکھنا بھی اسی نسبت سے ہوگا جس قدر کہ دنیا کی اس کے دل میں وقعت ہوگی۔ جیسے کہ اس کی مدح بھی اسی نسبت سے ہوگی۔

### مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ ذَكَرَهُ

یہ ایک مسئلہ اہول ہے کہ جو شخص کسی چیز کو محبت رکھتا ہے اُس کی یاد کثرت سے اس کی زبان پر ہوتی ہے۔ بہر حال جو شخص فقر کے اس درجہ میں ہے

وہ دنیا کے مال و دولت موجود ہونے کی حالت میں اس کو اپنے قبضہ میں رکھنے کی کوشش نہیں کرتا، اور موجود نہ ہونے کی صورت میں اس کی طلب میں غلطان چپاں نہیں رہتا۔ اسی طرح وہ اس کی مدح میں رطب اللسان نہیں ہوتا، جس سے اس کی اس کے ساتھ دل بستگی ظاہر ہو۔ اور نہ ہی اس کے ذہن میں مشغول ہوتا، جس سے یہ استدلال کیا جاسکے کہ اس کے دل میں اس کی اہمیت ہے، کیونکہ جب کسی چیز کی وقعت بالکلیہ دل سے اٹل ہو جائے تو پھر آدمی اس کی مدح اور ذم سے بھی بالکلیہ روگردان رہتا ہے۔

### حقیقت تجرید

اسی طرح یہ شخص ترک دنیا اور اس میں زہد اختیار کرنے کو بھی چپاں اہمیت نہیں دیتا، اور اس لئے وہ اپنے اس زہد کو کوئی قابل ذکر کارنامہ خیال نہیں کرتا، کیونکہ جب دل اس سے اہم تر باتوں میں مشغول ہو، جو ارباب دل کی عالی مذاقی سے مناسبت رکھتی ہیں تو ایسی حالت میں اس کو زہد اور ترک دنیا کو بنظر وقعت دیکھنے کے لئے فرصت تک نہیں ملتی۔ ایسا شخص ان تمام عوارض سے جن کی ابھی ابھی تفصیل کی گئی ہے محفوظ رہتا ہے۔ اگرچہ ان میں سے بعض باتیں ایسی ہیں جن کی اہل علم نے تعریف کی ہے۔ اور جس میں وہ پائی جائیں، اس کو ثواب اور مدح کا مستحق بنایا ہے۔ بایں ہمہ وہ اس بات پر ولالت کرتی ہیں کہ وہ شخص تجرید باطن کے مقام سے بے بہرہ ہے، چہ جائیکہ وہ ان حقائق سے فیضیاب ہو، جن تک سائنی حاصل کرنا اولوالعزم اور عالی ہمت اصحاب طریقت کا مطمح نظر رہتا ہے۔

# فصل

## درمیانِ درجہ

### ولادتِ روحانی کا تصور

الغرض اس درجے والا ان دو طبقوں کے درمیان ہے: ایک وہ جو ہاتھ دھو کر دُنیا کے پیچھے پڑا ہو ا ہے اور جس کے قلب کو اُسی کے حصول سے تسکین ہوتی ہے اور اسی دُنیا کو اُس نے اپنا وطن فرض کر لیا ہو ا ہے۔  
دوسرے وہ جس نے اس کو اپنے دل اور اپنی زبان دونوں سے رخصت کر دیا ہو اور وہ اس کے جگڑ بندوں سے بالکل آزاد ہو چکا ہے، وہ ترقی کرتے کرتے ایسے مقام پر پہنچ گیا ہے کہ جذباتِ غرت نے اُس کے دل کو مستر کر لیا ہے جس سے اس کو ایک نئی زندگی حاصل ہونے کی اُمید ہے اور جس کی خوشی سے وہ کہہ گا کہ میں پھولا نہیں سماتا۔

### سمائلہ و جنین کی مثال

اس کی مثال ایک حاملہ کی ہے جسکی ولادت کا وقت قریب پہنچ چکا ہے، اسی طرح اس شخص کی بھی صبح اور شام میں روحانی تولید ہوا چاہتی ہے، کیونکہ اس شخص کی روح اور جس کے قلب کی نفس کے مشیمہ سے ولادت نہیں ہوئی اور وہ اپنی طبیعت اور اپنی خواہشاتِ نفسانی اور اپنے ارادہ کی تاریکیوں سے باہر نہیں نکلا۔ اُس کی مثال شکمِ مادر میں جنین کی ہے جو دُنیا و مافیہا کے حال سے شیمہ اُس پردہ کو کہتے ہیں جس میں بچہ لپٹا ہوا ہوتا ہے۔ (مترجم)



بے خبر ہے، اور طبیعت اور ہوائے نفس اور ارادہ شہوانی تینوں کی مثال ظلماتِ ثلاثہ کی ہے جس کے اندر جنین کی تخلیق ہوتی ہے۔

# فصل

## ولادتِ روحانی

### حضرت مسیح کا قول

الغرض دو مرتبہ ولادت کا ہونا ضروری ہے، جیسے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا تھا کہ جب تک تمہاری دو مرتبہ ولادت نہ ہو، تم آسمان کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کے لئے باپ ہونا بھی یہی معنی رکھتا ہے۔ حضرت ابی قرۃ کی قرأت میں ہے:

الْبَنَىٰ اَوَّلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ  
وَهُوَ اَبٌ لِّهَمْ وَاَزْوَاجُهُمْ اُمَّهَاتُهُمْ

نبیؐ بہت شفقت کر نیوالے ہیں مومنوں پر انکی جانوں سے کیونکہ وہ انکے باپ ہیں اور آپؐ کی بیویاں مومنوں کی مائیں۔ (۶: ۳۳)

ازواجِ مطہرات کا مومنوں کی ماں ہونا بھی اسی کی ایک فرع ہے۔

### روحانی باپ

چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے ارواح اور قلوب کو جہل اور ضلالت کی تاریکیوں سے نکال کر معرفت اور توحید کی فضا میں پھینکا ہے جو اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے:

يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ اُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ  
فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ۔ (زمر) تمہیں ماؤں کے پیٹ میں پیدائش پر پیدائش کرتا ہے تین اندھیروں میں۔

علم اور ایمان کی روشنی سے منور ہے۔ اور جس میں انہوں نے وہ حقائق مشاہدہ کئے جن کا وہ پہلے تصور تک نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے وہ اپنی اُمت کے روحانی باپ ٹھہرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

کِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ  
مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ۔

ہم نے تم پر ایک ایسی کتاب نازل فرمائی جس کے ذریعہ تم لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاؤ۔

(۱: ۱۴)

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے :

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ  
بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ  
يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَ  
يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ  
كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان فرمایا کہ انہی میں سے ایک رسول اُن میں بھیجا جو اُن پر اسکی آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور اُن کے باطن کا تزکیہ کرتا ہے اور اُن کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور بیشک اس سے پہلے وہ گمراہی میں تھے۔

(۳: ۱۶۳)

## فصل ۱۲

### اقسامِ قلوب

اس روحانی ولادت کے لحاظ سے قلوب کی تین قسمیں ہیں :-

پہلی قسم

ایک وہ دل جن کی ولادت کا ابھی وقت نہیں آیا اور ابھی تک شہوات

نفسانی اور جہالت اور گمراہی کے پیٹ میں اندھیروں میں پڑے ہیں۔

## دوسری قسم

دوسری قسم وہ ہے جو نفس اور ہوا کی مشیمہ سے نکل کر معرفت اور توحید کی وسیع فضا میں نشو و نما اور ارتقاء کے مدارج طے کر رہے ہیں۔ ان کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اُس کی محبت سے خشکی چل کر چکی ہیں، اور وہ دوسروں کے لئے خشکی چشم کا موجب ہیں، اُن کے قریبے رُوحوں کو تسکین ہوتی ہے اور اُن کو دیکھ کر خدا یاد آتا ہے۔ کیونکہ اس قسم کے دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ مطمئن ہو چکے ہیں اور اُن کی تمام ترقیہ کا مرکز وہی ایک ذات مقدس ہے، تعالیٰ شانہ۔ ان کی ہمت کا مطلع نظر وہی مسیت اعلیٰ ہوتا ہے۔ وہ ہر ایک چیز کا عوض پا سکتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا عوض ان کے نزدیک کوئی چیز بھی نہیں ہو سکتی۔ اُس کی یاد ان کی زندگی کا موجب ہوتی ہے اور اُس کی رضا مندی اُن کی غایت مطلوب ہوتی ہے۔ اُس کی محبت اُن کی غذا اور اُس کی معرفت اُن کا مونس ہوتی ہے۔ جو شخص اُن کا مُد اللہ تعالیٰ سے موڑ کر کسی دوسری طرف پھیرنا چاہتا ہے، وہ اُن کا دشمن ہے، چاہے ویسے وہ ان کا دوست با صفا کیوں نہ ہو۔ اور جو شخص ان کا رشتہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جوڑتا اور مستحکم کرتا ہے، اس کو وہ اپنا دوست سمجھتے ہیں خواہ کسی دوسرے لحاظ سے وہ اُن کا جانی دشمن ہو۔ یہ دونو قسم کے دل ایک دوسرے سے بہت دور انتہائی نقطوں پر واقع ہیں۔

## تیسری قسم

لیکن ایک تیسرا دل ہے جس کی حالت ان دونو کے درمیان ہے جو صبح اور شام میں لادت کا منتظر ہے، جو فضا کے تجرید کے کنارے پر کھڑا ہے اور توحید کی شمایں اسکو سامنے سے نظر آرہی ہیں۔ محبت اور شوق کے جذبات نے اس

پر اس حد تک غلبہ کیا ہے کہ وہ سوائے اُس ذاتِ پاک کے کسی دوسرے کا قرب نہیں چاہتا جس کے قرب میں سراسر سعادت ہے اور اسی کی محبت اور اطاعت میں ہر ایک طرح کی کامیابی ہے، لیکن اس کے طبعی جذبات اُس کے رستے میں روڑے اٹھاتے اور اُس کو ٹھیرانا چاہتے ہیں۔ وہ ان دو دواعی کی کشمکش میں مبتلا ہے، اگرچہ اُس نے رستے کی بعض دشوار گزار گھاٹیاں طے کر لی ہیں، لیکن بعض دوسرے ہولناک بیابانوں کا قطع کرنا ابھی درپیش ہے۔

### خلاصہ بیان

خلاصہ مقصد یہ ہے کہ جو کوئی ظاہر اور باطن میں اس مقام کے لوازم سے موصوف ہو اور خود بینی کی آفت سے محفوظ ہو اور کسی ایک نقطہ پر ٹھیر کر اپنی ترقی کو مسدود نہ کرنا چاہتا ہو، وہ حقیقت میں ”فقیر“ ہے اور اس کے درجہ فقر میں کسی قسم کا نقص نہیں۔

## فصل ۱۳

### دُنیا کی مذمت

#### دو مواقع

یہاں پر ایک نکتہ کا جاننا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ دو موقعوں پر دُنیا کی مذمت زبان پر لانا مستحسن سمجھا جاتا ہے۔

ایک یہ کہ دُنیا میں کوئی شخص راغب ہے اور تم اُس سے بیدل کرنا چاہتے ہو۔ دوسرے یہ کہ نفس اور طبع کی خواہش انسان کو اُس کی طلب میں مبتلا کرنا چاہیے۔



اور اس کو اندیشہ ہو کہ کہیں وہ اپنے نفس کی آواز پر لبیک نہ کہے۔ اس حالت میں وہ اپنے دل میں اُسکی یوفانی اور طالبانِ دُنیا کی خستِ نفس کا بار بار تصور کرتا رہے اور زبان کو بھی اسکی مذمت میں گویا کرے (اور اگر اس کی عقل سلامت ہے اور اُس کی فطرت میں خرابی پیدا نہیں ہوئی تو اس میں زہد کا جذبہ پیدا ہونا یقینی ہے۔

## فصل ۱۲

### فقہ کے دوسرے درجہ کا بیان

#### فنا فی اللہ

فقر کا دوسرا درجہ جس کا شیخ الاسلام انصاریؒ نے بیان فرمایا ہے پہلے درجہ سے اعلیٰ اور ارفع ہے۔ اور پہلا درجہ اُس کے لئے بمنزلہ وسیلہ اور ذریعہ کے ہے اور اس درجے کا ملخص یہ ہے کہ وہ اپنے فقہ کے ذریعہ سے اپنے مولائے حقیقی کے بغیر کسی دوسرے کی اُلُوہیت سے متاثر ہونے اور اپنے لمحاتِ عمر کو سوائے اُس کی رضا مندی حاصل کرنے کے کسی دوسرے شغل میں ضائع کرنے سے اپنے دل کو خالی کر دے۔ اپنی تمام تر ہمت اُسی کے محبوباِ اعمال میں صرف کیے اور کسی دوسری چیز کو اس پر ترجیح نہ دے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اُس کی عبودیت خالص ہوگی۔ اور اُس کی محبت غیر اللہ کی محبت کے شائب سے پاک ہو جائیگی۔ اس کی صبح اور شام ایسی حالت میں ہوگی کہ اس کی ہمت کا مطمح نظر فقط اللہ تعالیٰ کی ذاتِ مقدس ہوگی۔ اُس کے دل سے سوائے اُس کی محبت کے دوسروں کی محبت کیسے محو ہو جائیگی، اور صرف اسی کو اپنا مُراد اور مقصود سمجھنا اس کے ایگہ تمام ارادوں کو معطل کر دے گا۔

## دل کا برتن

اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی کے سینہ میں دو دل نہیں بنائے، اس لئے جس قدر دل میں کسی ایک چیز کی محبت اور اس کی تلاش ہوگی، اُسی قدر دوسری چیز کی محبت اور تلاش کے لئے دل میں جگہ نہیں رہے گی۔ جیسے کہ کسی ایک برتن میں دو شربت نہیں بھر سکتے۔ جتنا کوئی ایک شربت زیادہ مقدار میں ڈالا جائیگا، اُسی نسبت سے دوسرے شربت کی مقدار کم ہوتی جائیگی۔ البتہ اگر وہ برتن خالی ہے تو جس قسم کا شربت اعلیٰ یا ادنیٰ اس میں ڈالو گے، اُسی سے وہ بھر جائیگا۔ جیسے کہ ایک شاعر نے اپنے عاشقانہ مذاق میں کہا ہے ۵

اتانی هواها قبل ان اعرفها لہوی فصادت قلبا خالیا فتمکنا

ترجمہ: اس کی محبت نے میرے دل میں اس وقت گھر کیا جبکہ میں یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ عشق اور محبت کیا بلا ہے؟ اور چونکہ میرا دل خالی تھا، اس لئے عشق نے اُس پر اپنا پورا تسلط جمالیا۔

اسی طرح مَا نَحْنُ فِيهِ میں اس دوسرے درجہ کا فقر یہ ہے کہ وہ اپنے دل

کے برتن کو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی شراب محبت کے بغیر ہر ایک دوسری چیز سے خالی کر دے، کیونکہ ہر ایک شراب منشی ہے اور ہر ایک منشی چیز حرام ہے خواہ وہ تھوڑی مقدار ہو۔ اور تم جانتے ہو کہ ہوائے نفس اور دنیا کی محبت کا نشہ شراب کے نشہ سے کہیں بڑھ کر ہے، اور جو برتن اس خبیث شراب سے بھر جائے، اس میں خدا کے ساتھ پاک محبت رکھنے والوں کی شرابِ بنیم کیلئے کب جگہ باقی رہتی ہے۔ البتہ اگر اول الذکر شراب سے اس کو خالی کر دیا جائے تو دایرِ آخرت کی طلب اور اللہ تعالیٰ کی محبت اور اُس کے شوق کا دریا اس میں نہریں مارنے لگے۔

## متاع عزیز

لیکن اُس بیچارے کیلئے کیا اُمید ہو سکتی ہے جو اپنی پست ہمتی سے اپنی ذلت پر راضی ہے اور جس نے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اُس کے قرب کر امت کی متاع عزیز کو ادنیٰ ترین قیمت پر بیچ ڈالا ہے اور عنقریب وہ اپنے انجام کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیگا۔

# فصل

## موانع و عوارضات سالکین

### احتیاط اہل معرفت

یہ یاد رہے کہ جس طرح عوارض کے ساتھ ملوث ہونا ایک قید ہے جو انسان کو اُس کے منزل مقصود تک پہنچنے سے روکتی ہے، جہاں پر اُس کے لڑا بدی زندگی اور حقیقی خوشی اور نعمت کا سامان ہے۔ اسی طرح جس نے محبت حقیقی کا مزہ چکھا، اور معرفت کی روشنی سے منور ہوا اور اس کے دل میں اُلوہیت کا جلوہ سما گیا، اس کو بعض ایسے دقیق عوارض بھی پیش آتے ہیں جو اس کے لئے صریح حق کے جلوہ گر ہونے اور اپنے اضطراب اور احتیاج کو صحیح طور پر محسوس کرنے اور اللہ تعالیٰ کے نور کے ساتھ بقاء دائم حاصل کرنے سے مانع ہوتے ہیں جو تمام سالکان طریقت کا آخری مقصد اور مطلوب ہے۔ اس لئے ہر ایک ایسی چیز جو اس آخری مطلوب کو سالک کی نظروں سے اوجھل کر دے، وہ ایک حجاب اور رکاوٹ ہے جس سے اُس کی آگے کی ترقی و توفیق ہو جاتی ہے۔ اور اس لئے عالی ہمت سالکان

طریقت کیلئے لازم ہے کہ وہ ایسی چیزوں کی طرف کسی قسم کی رغبت اور میلان نہ کریں۔ جیسے کہ ایک شخص جو حج کے ارادہ سے گھر سے نکلا ہے، اُس کو اگر راستہ میں ٹھنڈا سایہ اور پانی مل جائے تو اُس کو مرغوب سمجھ کر وہاں پر ٹھہر نہیں جانا چاہئے۔

### ”احوال“ پر نظر رکھنا

الغرض فقر کے درجات میں اذل الذکر شخص عوارض کو نظر میں لانے کی وجہ سے ادراک حقائق سے محجوب ہوتا ہے، اور مؤخر الذکر کو ”احوال“ پر نظر رکھنا حصول مطلوب کے روک دیتا ہے، لیکن اگر اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھیں کھول دیں تو وہ احوال کی طرف مائل ہونے سے بعینہ اسی طرح اجتناب کرتا ہے جیسے کہ وہ دنیا کی مال و دولت کی طرف التفات کرنے اور جاہ طلبی سے محترز رہتا ہے اور اپنے دل کو اُن کے تعلق سے خالی رکھتا ہے۔

### پہلے اور دوسرے درجہ کا فرق

پہلے درجہ کا مال (دُنیا کو چھوڑ کر) آخرت کی طرف رجوع کرنا ہے جس کا نتیجہ اس کے حق میں یہ ہوتا ہے کہ اس کی تمام تر توجہ آخرت کی طلب پر مبذول رہتی ہے، اس لئے وہ دُنیا کو اپنے قبضہ میں رکھنے یا اُس کے طلب کرنے سے بیزار ہوتا ہے اور اسکی مدح اور ذمہ سے خاموش رہتا ہے۔

اسی طرح دوسرے درجہ کا مال اللہ تعالیٰ کے فضل کی طرف رجوع کرنا ہوتا ہے اور وہ اس بات کے مطالعہ میں مشغول ہوتا ہے کہ اسباب اور ذرائع کے وجود سے پہلے اللہ تعالیٰ کا فضل ان سب سے مقدم اور ان سب کا علّہ اعلیٰ ہے، وہ اپنے اقوالِ سدیدہ، اعمالِ صالحہ، اخلاقِ فاضلہ، مقاماتِ عالیہ اور احوالِ شریفہ کا مصدر اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی رحمت کو جانتا ہے۔



اور یہ بھی جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرنا اور اُس کے قُرب کرامت سے بہرہ ور ہونا خالص اُسی کے فضل اور اُسی کی رحمت کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ اور اسی لئے یہ اُس کا مستحکم عقیدہ ہوتا ہے کہ ان تمام اُمور میں اللہ تعالیٰ ہی کو اولیت حاصل ہے، جیسے کہ ہر ایک چیز میں وہ اول ہے۔ اور ان تمام اُمور کا آخر بھی وہی ہے جیسے کہ ہر ایک چیز میں وہ آخر ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ	وہی (اللہ) اول ہے، وہی آخر، وہی ظاہر
وَالْبَاطِنُ، وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔	اور وہی باطن ہے اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔
(۳: ۵۷)	ہے۔

اس لئے جو شخص ان دونوں اسماءِ حسنیٰ (هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ) کے مفہوم کو بموجب عبادت کرتا ہے، وہ فقرہ کی حقیقت سے موصوف ہوا۔ اور جس نے اس کے اسم کے ظاہر و باطن کے بموجب بھی عبادت کی تو سمجھ لو کہ وہ عبادات کی تمام اقسام کا جامع عارف ہے۔ اب ہم آئندہ فصل میں ان اسمائے حسنیٰ کی تفصیل درج کرتے ہیں۔

## فصل ۱۶

### اسماءِ حسنیٰ کی تشریح

#### تفسیر "الاول"

اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے اسم پاک "الاول" کے مقتضاء کے بموجب اس کی عبادت یہ ہے کہ اسباب ذرائع پر التفات نہ کرو بلکہ اُسی کے فضل اور رحمت پر

تمہاری نظر ہو اور یہ کہ اُس نے اپنے بندہ کو بغیر کسی ذریعہ اور وسیلہ کو اپنا احسانا سے سرفراز فرمایا۔ کیونکہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ جب وہ معدوم محض تھا تو وہ کونسا ذریعہ یا وسیلہ تھا جس نے اُس کو اللہ تعالیٰ کے تفضل اور احسان کا مستحق بنایا اور اُس کا مورد ٹھہرایا۔ استیاد کا سوال بیچ میں لاؤ تو وہ بھی اسی کی دی ہوئی ایک نعمت ہے اور ازاں بعد امداد بھی اسی کے فضل کا نتیجہ ہے۔ اس کا فضل اسباب اور وسائل پر مقدم ہے اور وسائل و اسباب کو اُسی نے اپنے فضل و کرم سے مؤثر بنایا جو کوئی اللہ تعالیٰ کے اسم پاک "الاول" کو انہی معنوں پر محمول کرتا ہے اس کو ایک خاص قدر اور خاص عبودیت حاصل ہوتی ہے۔

### الآخر کی تفسیر

اسم پاک "الآخر" کے مقتضاء کے بموجب اسکی عبودیت یہ ہے کہ آدمی اسباب اور وسائل کی طرف مائل نہ ہو۔ ان پر اعتماد نہ کرے۔ اور ان کے پاس ٹھہرنے جائے۔ کیونکہ یہ اسباب اور وسائل بالآخر زوال پذیر ہیں اور معدوم ہو جائیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ اور اُس کی صفات عالیہ باقی اور دائم ہیں، اس لئے اسباب کے ساتھ تعلق پیدا کرنا ایک زوال پذیر اور معدوم ہونے والی چیز سے تعلق پیدا کرنا ہے۔ اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کا تعلق حتیٰ لایموت کا تعلق ہے اور جو شخص اس کے ساتھ رابطہ پیدا کرے، وہ اس قابل ہے کہ اس کا تعلق دائمی اور غیر منقطع ہو۔

ایک عارف جس طرح اُس کو "اول" اور تمام اسباب اور وسائل پر مقدم سمجھتا ہے، اسی طرح اس کو "آخر" اور باقی سمجھتا ہے۔ یعنی یہ کہ تمام اسباب اور وسائل کے زوال اور فنا کے بعد وہ باقی رہیگا۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

کُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ  
(تقصص)

ہر ایک چیز فنا فی ہے مگر صرف ایک ذات  
خدا باقی رہیگی۔

### اول و آخر کی عبودیت

ان دونوں اسماءِ حسنیٰ کی عبودیت پر غور کرو۔ وہ یہ کہ اُن کے مفہوم کا متقنا یہ ہے کہ انسان صحیح طور پر (حقیقت میں) فقط ایک اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے اور ہمیشہ کے لئے اُسی کا محتاج ہے۔ احسان کی ابتدا اُسی سے ہوئی، جبکہ اسباب اور وسائل کا وجود تک نہیں تھا۔ اور تمام وسائل و اسباب کا منتہی وہی ہے۔ اس لئے وہ ہر ایک چیز کا اول اور اُس کا آخر ہے۔ جیسے کہ وہ ہر ایک چیز کا خالق اور اُس کی تربیت کرنے والا ہے۔ اور ہی ہر ایک چیز کا معبود ہے جس کے بنیر کسی کو کمال، صلاحیت، کامیابی اور سعادت حاصل نہیں ہو سکتی۔

وہ اول ہے جس سے تمام مخلوقات کی ابتدا ہوئی، اور وہی آخر ہے جس پر تمام عبودیتوں اور ہر ایک قسم کی محبت اور عقیدت مندی کی انتہا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کوئی چیز نہیں جو مقصود اور معبود ہو۔ جیسا کہ اس سے پہلے کوئی چیز نہیں جو خالق اور موجد ہو۔ ایک ہی ذاتِ مقدسہ ہے جس کی صفتِ خلق اور ایجاد ہے۔ جس طرح تم نے اُسکو بنیر کسی دوسرے کی شرکت کے خالق اور موجد مان لیا ہے، اسی طرح اُسکو یگانہ معبود سمجھو اور کسی کو لوازمِ الوہیت میں اس کا شریک مت ٹھیراؤ تاکہ تمہاری عبودیت صحیح ہو جائے۔ اور اپنی محبت اور عقیدت اور نیاز مندی کو اُسی پر ختم کر دو تاکہ دونوں اسماءِ حسنیٰ اول اور آخر کی عبودیت تم کو حاصل ہو۔

اکثر لوگوں نے اہم پاک "اول" کے متقنا کے بموجب اسکی عبودیت پر

اکتفا کی، لیکن شان اس میں ہے کہ تم اسم پاک "آخر" کے مقتضائے بموجب اُس کی عبودیت اختیار کرو۔ خدائے تعالیٰ کے رسولوں اور اُنکے پیروؤں کی یہی عبودیت ہے۔ اُس کی ربوبیت تمام عالموں کو شامل ہے۔ (کیونکہ اُس کی صفت رب العالمین ہے) لیکن اُس کی الوہیت کو صحیح طور پر صرف پیغمبروں نے ہی پہچانا۔

### تفسیر اسم "ظاہر"

اسم "ظاہر" کے مطابق عبودیت وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے: **أَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ**۔ جب آدمی کو یقین ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کو ہر ایک چیز پر علو مطلق حاصل ہے اور کوئی چیز اُس کے اوپر ہرگز نہیں ہے بلکہ وہی اپنے بندوں کے اوپر اُن پر غالب ہے۔ آسمان سے زمین تک تمام امور کا انصرام فرماتا ہے اور پھر اُسکی طرف عروج فرماتا ہے۔ اُسی کی طرف پاکیزہ کلمات کا صعود ہوتا رہتا ہے اور نیک اعمال اُن کلمات طیبہ کو بلندی بخشنے کا موجب ہوتے ہیں۔ اس بات کا یقین کرتے ہوئے اُس کے قصد اور ارادہ کے لئے ایک قبلہ مقرر ہو جاتا ہے۔ معبودیت کیلئے اُسکو رب مل جاتا ہے اور وہ ایک اللہ کو اپنی توجہ کا مرکز بناتا ہے۔

### اغتراد حلول و اشتداد

برخلاف اس کے ایک ایسا شخص جو نہیں جانتا کہ اُس کا رب کہاں ہے اُس کا قلب پریشان ہوتا ہے، اور وہ نہیں جانتا کہ کس کو اپنی توجہ کا مرکز ٹھیرائے۔ ایسا شخص جب سلوک اور تالک اختیار کرتا ہے تو اُس کا قلب کسی ایسے خدا کو ڈھونڈتا ہے جس سے وہ تسکین حاصل کرے اور اُسکو اپنی



توجہ کا مرکز بنائے۔ لیکن اس کا اعتقاد تو یہ ہوتا ہے کہ عرش کے اوپر عدم ہی عدم ہے اور عالم کے اوپر کوئی معبود نہیں ہے جس کیلئے ناز پڑھی جائے اور اُس کو سامنے جبینِ نیاز زمین پر رگڑا جائے۔ اُس کے نزدیک عرش کے اوپر کوئی ایسی ذات مقدسہ نہیں جس کے پاس پاکیزہ کلمات اور اعمالِ صالحہ صعود کرتے ہیں۔ ان حالات میں اُس کا قلب تمام کائنات میں ایک چکر لگاتا ہے جس کا لازم نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ حلول اور اتحاد کے عقاید باطلہ میں مبتلا ہو جاتا ہے، اور اُس کا قلب ایک ایسے جود کے ساتھ تعلق اختیار کر لیتا ہے جو تمام موجودات میں سران کئے ہوئے ہے۔ اور وہ اپنے معبود کی بجائے وہ اُسی وجود ساری کو اپنا معبود ٹھہرا لیتا ہے اور اُس کا زعمِ باطل یہ ہوتا ہے کہ وہ اصل بحقیقت ہو گیا، حالانکہ وہ اپنے جیسی مخلوق کے رقبۂ عبودیت میں گرفتار ہوتا ہے، اور اُس کا خدا اُس کے اپنے ہی خیال کا تراشیدہ بُت ہوتا ہے جس کو وہ خدا اور معبود سمجھ رہا ہے لیکن رسولوں کا خدا اُس کے ان تمام اوہام سے بالاتر ہے۔ قال اللہ تبارک و تعالیٰ:

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ  
وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ  
عَلَى الْعَرْشِ يُدِيرُ الْأُمُورَ مَا مِنْ شَفِيعٍ  
إِلَّا مِنْ بَعْدِ إِذْ يَنْهَىٰ ذِكْرُ اللَّهِ رَبِّكُمْ  
فَاعْبُدُوهُ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝  
مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا۔

(۴۱: ۱۰)

اللہ تعالیٰ کی واضح تعریف

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

بیشک تمہارا خدا وہ ہے جس نے آسمانوں اور  
زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، جس کے بعد وہ عرش  
پر مستقر ہو گیا اور تمام امور کی تدبیر کرنے لگا کوئی  
بھی اسکی اجازت کے بغیر سفارش نہیں کر سکتا۔  
یہی تمہارا رب بیت کرنے والا خدا ہے، اس لئے  
تم اُسی کی عبادت کرو۔ کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے؟  
اسی کی طرف تم سب رجوع کرنا ہے۔

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ  
وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ  
اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ مَا لَكُمْ مِّنْ دُونِهِ  
مِن دَلِيلٍ وَلَا شَفِيعٍ إِلَّا تَتَذَكَّرُونَ  
يُدَبِّرُ الْأُمُورَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ  
ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ  
أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ذَلِكَ  
عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ - الْآيَةُ

(۳۲: ۶ تا ۷)

خدا وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین اور ان  
کے درمیان سب کچھ چھ دن میں پیدا کیا جس  
کے بعد وہ عرش پر مستقر ہو گیا۔ اُس کے بغیر  
تمہارے لئے کوئی کارساز اور شفیع نہیں ہے کیا  
تم نصیحت قبول نہیں کرتے؟ آسمان سے یہ تک  
وہی سب امور کی تدبیر فرماتا ہے اور پھر وہ  
(انصرام کی اطلاع یا انصرام لینے والا فرشتہ) ایک  
ایسے ن میں اسکی طرف عروج کرتا ہے جس کا  
اندازہ تمہاری گنتی کے بموجب پورے ایک ہزار  
سال ہے۔ یہی خدا تو ہے جو ظاہر اور باطن سب کو  
جانتا ہے۔ الخ

ان آیات میں اور کلام مجید کے دیگر مقامات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں  
سے اس قدر واضح الفاظ میں اپنی تعریف فرمائی ہے کہ صرف وہی شخص اُسکا انکار  
کر سکتا ہے جو سکر سے خدا کا منکر ہو، اگرچہ اپنے پندارِ باطل میں وہ یہی سمجھ  
رہا ہو کہ وہ خدا کا قائل ہے۔

### اوصاف اسم ظاہر

العرض اللہ تعالیٰ کے اسم پاک "ظاہر" کے مفہوم کے مطابق تعبد اختیار کرنا  
قلب کے لئے جمیعت کا باعث ہوتا ہے جس کی بدولت اسکی توجہ ایک مرکز پر  
مجموع رہتی ہے۔ اُس کے لئے ایک جائے پناہ اور حاجت روا ہوتا ہے جس کی  
طرف وہ اپنے حوائج کیلئے قصد کرتا ہے اور اُس کی پناہ لیتا ہے اور حجت بات  
اُس کے دل میں جاگزیں ہو جاتی ہے اور وہ اپنے رب تعالیٰ کو اسم "ظاہر" کو مفہوم

سے پہچان لیتا ہے تو اس کی عبودیت میں استقامت پیدا ہو جاتی ہے اور اسکو ایک مضبوط جائے پناہ مل جاتی ہے۔

## تفسیر اسم "باطن"

اسم پاک "باطن" کے مقتضائے موجب عبودیت اختیار کرنا ایک ایسا امر ہے جسکی حقیقت کا اظہار کرنے سے عبارت قاصر ہے اور زبان اس کی تعبیر سے کمیر گنگ ہے۔ کیونکہ یہاں پر ایک ایسی معرفت کی ضرورت ہے جو تعطیل کی آمیزشوں سے مبرا ہو، تشبیہ کی آلودگیوں سے پاک ہو اور حلول اور اتحاد کی نجاست کے اثرات اس میں شامل نہ ہوئے ہوں۔ اس مطلب کو ادا کرنے کیلئے صاف اور واضح عبارت ہونی چاہئے اور ساتھ ہی فطرتِ سلیم اور صحیح مذاق کی ضرورت ہے جس کے لئے یہ تمام اسباب جمع ہو جائیں وہ اسم پاک "باطن" کے معنی سمجھ سکتا ہے اور اس کے لئے ممکن ہے کہ وہ اسم مذکور کے مفہوم کے مطابق عبودیت اختیار کرے۔

## مرآۃ الاقدام

لیکن یہ ایک ایسا مقام ہے جہاں پر بہتوں کے پاؤں ڈمک گئے اور بہتوں کی سمجھ پر پتھر پڑ گئے۔ زندیقوں نے صدیقیوں کی زبان سے گفتگو کی اور نصاریٰ کے ہم عقیدہ بھائیوں اور حنفی مخلصین کے عقائد میں فرق کرنا مشکل ہو گیا۔ کیونکہ اس کی حقیقت عوام کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ حق اور باطل کی شکل تمیز ہو سکتی ہے اور مفہوم ذہنی اور موجود خارجی کیس میں خلط مضر ہو جاتے ہیں۔ البتہ جس کو اللہ تعالیٰ نے حق پہچاننے کی بصیرت بخشی ہو اس کو ہدایت اور خلافت میں تمیز کرنے کیلئے نور عطا کیا ہو غلطیوں کا معلوم کرنا اس کیلئے آسان کر دیا ہو اور مذہب مختلفہ کے اسباب اختلاف پر اس کو اطلاع دی ہو اس کے لئے ممکن ہے کہ اس مرآۃ الاقدام میں اس کا پاؤں نہ پھسلنے پائے۔ اور وہ سداقتی کے ساتھ اس پرچار

وادی کو عبور کرے۔ فرمایا :

ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ  
وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (بُحَرَّه)  
اسم باطن کے تعبیر کا دروازہ

اس معرفت اور تعبیر کا دروازہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اُس کے تمام عالم پر محیط ہونے کا علم حاصل ہو، اور یہ کہ تمام عوالم اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ اور ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں اُس کے ہاتھ میں ایک رائی کے دانے کے برابر ہیں جو انسان کی ہتیلی پر پڑا ہو۔ قال اللہ عزوجل :

وَإِذْ قُلْنَا لَكَ إِنَّ رَبَّكَ أَحَاطَ  
بِالنَّاسِ - (۱۷ : ۴۰)  
جبکہ ہم نے تم سے کہ دیا کہ تمہارے رب نے  
تمام لوگوں پر احاطہ کیا ہوا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے :

وَاللَّهُ مِنْ ذُرِّيَّتِهِ مُخْتَلِطٌ  
اور اللہ تعالیٰ اُن کے اد پر احاطہ کئے ہوئے  
ہے۔ (۸۵ : ۲۰)

### عَلٰی اور عَظِيم کا تعلق

اللہ تعالیٰ کے کلام پاک میں اکثر عَلٰی اور عَظِيم اسماء حسنیٰ ایک ساتھ آتے ہیں جن میں سے اَوَّل الذکر عَلُو پر دال ہے جو اس کے اسم ظاہر کے معنوں کے مرادف ہے اور یہ کہ کوئی چیز اس کے اوپر نہیں ہے۔ دوسرا اسم پاک اُسکی عظمت پر دال ہے جس کے معنی احاطہ کے ہیں اور یہ کہ اس سے نزدیک تر کوئی چیز نہیں ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے :

وَلَا يُوَدُّهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ  
الْعَظِيمُ - (۲ : ۲۵۵)  
آسمانوں اور زمین کی نگہبانی اس پر بوجھ نہیں  
ہے اور وہ عَلُو اور عظمت والا ہے۔

دوسری جگہ پراتا ہے :

وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ۔ ( ) | اور وہ علو اور کبریائی والا ہے

ایک تیسری جگہ ہے :

وَاللّٰهُ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَشَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ وَّاسِعٌ عَلِيْمٌ۔ (۲ : ۱۱۵)

مشرق اور مغرب اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے، اس لئے جس طرف بھی تم رخ کرو، ادھر تم کو اللہ تعالیٰ کی ذات مقدّمہ (سامنے) بیگی۔ بیشک اللہ تعالیٰ فراخی والا اور جاننے والا ہے۔

## قرب کی دلیل

جس طرح اللہ تعالیٰ کو باعتبار اپنی ذات مقدّس کے اپنی مخلوق پر علو حاصل ہے، اس لئے اُس کے اوپر کوئی چیز نہیں ہے، اسی طرح وہ باعتبار اپنی ذات مقدّس کے باطن ہے اور اس سے نزدیک تر کوئی چیز نہیں ہے۔ یہاں تک کہ وہ ہر ایک چیز کی اپنی ذات سے بھی زیادہ نزدیک تر ہے۔ کیونکہ کوئی چیز اپنی ذات پر محیط نہیں ہو سکتی بلکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز پر محیط ہے، اور ہر ایک چیز اُس کے قبضہ میں ہے، حالانکہ کوئی چیز اپنی ذات کے قبضہ میں نہیں۔

## قرب خاص کا ذکر

قرب کا یہ مفہوم جو مذکور ہوا عوام بھی سمجھ سکتے ہیں، لیکن جس قرب قرآن اور حدیث میں ذکر ہے وہ ایک خاص قسم کا قرب ہے جو اُسکی عبادت کرنیوالوں اور اُس سے دعا اور درخواست کرنے والوں کو حاصل ہوتا ہے، اور وہ اُس کے اسم پاک باطن کے مقتضاء کے بموجب عبودیت اختیار کرنے کا نتیجہ ہے فرمایا:

وَاِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَاِنِّي قَرِيْبٌ اُجِيبُ دَعْوَةَ الدّٰعِ اِذَا

جب میرے بندے میری بابت تم سے دریافت کوں تو تم اُن سے کہہ دو بیشک میں نزدیک



دَعَانِ -

ہوں۔ دعا کر نیوالا جب بھی مجھے پکارتا ہے تو  
میں اُسکی درخواست کو قبول کرتا ہوں۔

(۱۸۶ : ۲)

اس آیت میں وہ قرب مذکور ہے جو داعی کو اپنے رب سے ملتا ہے۔  
دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے :-

وَإِذْ نَادَىٰ نَحْوَهَا وَطَمَعًا إِنَّ رَحْمَةَ اللَّهِ

اور ہیم و امید کے محرکات سے تحریک پا کر  
اسکو پکارو۔ بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت نیکو کاروں  
سے نزدیک ہے۔

قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ -

(۱۸۶ : ۳)

مبتدا کے مؤنث ہونے کے باعث جو قرب کے لفظ کو جو اُس کی خبر ہے،  
مذکر استعمال کرنے میں یہ نکتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بذات خود محسنین کے قریب  
بالفاظ دیگر آیت کریمہ کے یہ معنی ہیں کہ اِنَّكَ اللَّهُ بِرَحْمَتِهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ  
(ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ مع اپنی رحمت کے محسنین کے قریب ہی)۔

### اوقات قرب خداوندی

صحیح حدیث میں وارد ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "انسان  
کو سب سے زیادہ قرب اپنے رب سے اُس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ وہ سجدے میں  
سرنگوں پڑا ہو" انسان کو میانہ شب میں اپنے رب کے ساتھ سب سے بڑھ کر  
قرب حاصل ہوتا ہے، ان دونو حالتوں کا قرب ایک خاص قسم کا قرب ہے  
جو احاطہ والے قریب کے مغایر ہے۔

### قرب کی مثال

ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت سے عتاج میں ایک حدیث ہے کہ صحابہ کو  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیست میں ایک سفر پیش آیا اور انہوں نے جا بجا  
تکبیر کے ساتھ اپنی آواز کو بلند کرنا شروع کیا۔ آپ نے فرمایا: "لوگو! اپنے آپ کو

تکلیف میں مت ڈالو کیونکہ تم کسی برسے اور غائب کو نہیں پکارتے ہو، بیشک جس کو تم پکارتے ہو، وہ سُننے والا اور تم سے قریب ہے، حتیٰ کہ تمہاری سواری کے اونٹ کی گردن سے بھی قریب ہے۔

اس حدیث میں اُس قُرب کا ذکر ہے جو داعی اور ذاکر کو اپنے رب تعالیٰ سے حاصل ہوتا ہے۔ حدیث کا ملخص یہ ہے کہ جبکہ وہ تم سے قریب ہے اور تمہاری پست آواز کو بھی ویسا ہی سُنتا ہے جیسا کہ تمہاری بلند آواز کو سُنتا ہے، تو ایسی حالت میں آواز بلند کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

## فصل

### توحید شہودی

#### صوفیہ کی شطحیات

اللہ تعالیٰ کا قُرب محبت کے لوازم میں سے ہے اور جتنی محبت زیادہ ہوگی اتنا ہی قُرب زیادہ ہوگا۔ اور بعض اوقات محبت صادق کے دل پر اپنے محبوب کی محبت اس قدر غالب آجاتی ہے کہ کسی دوسری چیز کے لئے جگہ باقی نہیں رہتی، اور اس غلبہ محبت میں اُس کو یہ حالت پیش آتی ہے کہ جادو دیکھتا ہے اسکو اپنے محبوب کی تصویر نظر آتی ہے گویا وہ اُسکو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ اس حالت میں اگر وہ اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت سے بے بہرہ ہے اور اُس کو اس بات کا کچھ علم نہیں کہ کونسے اوصاف اللہ تعالیٰ سے منسوب کیے جاسکتے ہیں اور وہ کونسے اوصاف ہیں جن سے اُسکی تنزیہ واجب ہو تو کچھ شک نہیں کہ

وہ حلول کے دروازے پر جا کھڑا ہوگا، جس کا سبب اُسکی قوتِ تمیز کی کمزوری، جذبہٴ محبت کا غلبہ اور محبوب کے تصور کا دل کے اطراف کو بالکل گھیر لینا ہوتا ہے، جبکہ سوائے محبوب کے اس کو کوئی دوسری چیز نظر نہیں آتی۔ ایسی ہی حالتوں میں اس قسم کے الفاظِ زبان پر جاری ہوتے ہیں سبحانی ما اعظم شافی اور مافی جبتی الا اللہ وغیرہ وغیرہ۔

یہ اس قسم کی شطحیات ہیں جن کی بابت زیادہ سے زیادہ یہی کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے ان کا عقلی احساس اور قوتِ تمیز زائل ہو جانے کی وجہ سے ان کو معذور تصور کیا جائے، اس لئے اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دے۔

### محبت صادق

الغرض اس اسمِ پاک ("باطن") کے ساتھ تعبدِ خستیار کرنا خالص محبت کا تعبد ہے اور جس کی بنا پر اس بات پر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز سے حتیٰ کہ اسکی اپنی جان سے بھی زیادہ قریب تر ہے۔ بایں ہمہ وہ ظاہر ہے جسکے اوپر کوئی چیز نہیں۔ لیکن جس کا ذہن اس قدر کشیف اور بھٹا ہے اور وہ اس قدر غلیظ الطبع واقع ہوا ہے کہ وہ اس حقیقت کا تصور ہی نہیں کر سکتا، تو اُسکے لئے بہتر ہوگا کہ سلوک کے کٹھن منازل طے کرنے کا خیال ترک کر کے کوئی ایسا دوسرا کام اختیار کرے جو اُس کے مناسب حال ہو۔

اذالم تستطع امرًا فعدہ وجاد نہ الا ما تستطیع

ترجمہ: جب کوئی کام کرنے کی استطاعت نہ ہو تو اُسے چھوڑ کر ایسا کام اختیار کرنا چاہئے جو اپنے حسبِ حال ہو۔

کیونکہ یہ حالت کسی ایسے شخص کو حاصل نہیں ہو سکتی جس کو قُربِ محبت کا ذوق حاصل نہیں۔ اور وہ یہ نہیں جانتا کہ محبوب کو اپنے سچے حُب کے ساتھ غایت

درجے کا قرب حاصل ہوتا ہے، اگرچہ دونوں کے درمیان بعید ترین مسافت ہو خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ طرفین سے ایک جیسی لگی ہوئی ہو۔ اور وہ محبت اس قدر خالص ہو کہ اغراض، علل اور شوائب کی آمیزش سے بالکل پاک ہو۔

### محبوب کا تصور

اس میں ذرہ بھی شک مت کرو کہ محبت صادق کے دل پر بعض اوقات محبوب کے تصور کا اس قدر غلبہ ہو جاتا ہے کہ غیر کا تصور تک اس کے دل سے نکلتا ہے اور اس کے نفس میں ایک ایسے تجربہ کی حالت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے محبوب کو اپنی آنکھوں کے سامنے ہر وقت موجود پاتا ہے۔ اس حالت میں اس کا دل محبوب کے وجود علمی سے معمور ہوتا ہے اور اس کی زبان پر اس کا وجود لفظی ہوتا ہے۔ یہ شہود اس پر یہاں تک غالب آ جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ سے غائب ہو جاتا اور یہ خیال کرنے لگتا ہے کہ اس کے محبوب کا وجود خارجی اس کی آنکھوں کے سامنے جلوہ گر ہے، کیونکہ قلب اور روح کی کیفیت جب غائب ہوتی ہے تو خارج میں بھی اس کے آثار نظر آنے لگتے ہیں۔ اور تصور علمی اگرچہ حقیقت خارجیہ کے مطابق ہوتا ہے، تاہم ان میں مغایرت ضرور ہوتی ہے۔ تصور علمی کی جگہ قلب ہے اور حقیقت خارجیہ کا وجود خارج میں ہوتا ہے۔

## فصل

### اسماء اربعہ کے معانی پر تبصرہ

#### علم اور معرفت کا ممکن

الغرض ان چاروں اسماء حسنیٰ اول، آخر، ظاہر، باطن کے مفہوم کا پہچانا

علم اور معرفت کا رکن ہے، اور ان کے حقائق اس قابل ہیں کہ انسان اپنے قوائے ذہنیہ کی تمام تر طاقت ان کے سمجھنے پر صرف کرے۔ یہ بھی جان لو کہ خود تمہارے بلکہ ہر ایک چیز کے لئے اول اور آخر، ظاہر اور باطن ہے یہاں تک کہ وہ خطرہ اور وسوسہ جو دل میں پیدا ہوتا ہے اور انسان کا ایک ایک لمحہ اور اس کا ایک ایک سانس۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی اولیت ہر ایک چیز کی اولیت پر سابق اور مقدم ہے، اور اس کی آخریت ہر ایک دوسری چیز کی آخریت کے بعد ثابت اور باقی رہتی ہے۔ اس کی ظاہریت اس کے علو اور اس کی فوقیت کے مراد ہے۔

ظہور کے معنی (جس سے اسم ظاہر مشتق ہوا ہے) علو کے مقتضی ہیں اور کسی چیز کا ظاہر وہ ہوتا ہے جو اسکے اوپر واقع ہو اور اس کے باطن پر محیط ہو۔ اللہ تعالیٰ کے باطن ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ ہر ایک چیز پر محیط ہے۔ (اور اس لئے اس کے نزدیک ہے) یہاں تک کہ وہ کسی چیز کی اپنی ذات سے بھی زیادہ نزدیک تر ہے، اور یہ قرب اس قرب کے مغاثر ہے جو محض صادق کو اپنے محبوب سے حاصل ہوتا ہے، دونوں کا رنگ جدا گانہ ہے۔

### احاطہ زمانہ اور مکانیہ

ان اسماء چہارگانہ کا مدار احاطہ پر ہے جس کی دو قسمیں ہیں: ایک احاطہ زمانہ اور دوسرا مکانیہ۔ چنانچہ اس کی اولیت اور آخریت کا احاطہ قبل اور بعد پر ہے، کیونکہ ہر ایک سابق کی انتہا، اس کی اولیت پر ہے اور ہر ایک چیز کی انتہا اس کی آخریت پر ہے۔ اور اس کی (اللہ تعالیٰ کی) اولیت اور آخریت نے تمام اوائل اور اواخر کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ اسی طرح اس کی ظاہریت اور باطنیت ہر ایک چیز پر محیط ہے۔ کوئی ظاہر چیز نہیں جس پر اللہ تعالیٰ کو فوقیت حاصل نہ ہو اور کوئی ایسی باطن چیز نہیں جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس نزدیک تر

: نہ ہو۔

بالفاظ دیگر اس کی اولیت اس کے قدیم اور اذلی ہونے کے مراد ہے۔ اور آخریت کے یہ معنی ہیں کہ وہ ہمیشہ دائم اور باقی ہے۔ ظاہر کا مفہوم اسکے علو اور عظمت کو ظاہر کرتا ہے اور باطن سے اس کا قرب اور نزدیکی معلوم ہوتی ہے، یہاں تک کہ اس کے حق میں ایک آسمان دو سکر آسمان کو اور ایک زمین کسی دوسری زمین کو ڈھانک لینے کا موجب نہیں ہو سکتا، اور نہ ہی کوئی ظاہر باطن کے لئے حجاب اور حائل ہے، اس کے حق میں ظاہر اور باطن، غیب اور شہادت ایک ہے، بعید اور قریب میں کوئی فرق نہیں اور علانیہ اور پوشیدہ دونوں کا حکم یکساں ہے۔

## فصل ۱۹

### اسماء چہارگانہ کا تعجب

#### دو گونہ مراتب

یہ اسماء چہارگانہ توحید کے ارکان پر مشتمل ہیں، وہ ہمیشہ سے اول اور آخر اور ظاہر اور باطن رہا ہے اور ہمیشہ رہیگا۔ ان اسماء کے مطابق عبودیت اختیار کرنے کے دو مرتبے ہیں :

ایک یہ کہ آدمی ہر ایک چیز میں اسکی اولیت و آخریت اور ظہور و بطون یعنی اسکی فوقیت اور اس کے قریب مشاہدہ کرے، جس کا قرب ہر ایک چیز سے قریب تر ہے، کیونکہ مخلوق کے حق میں ایک چہرہ دوسری چیز کیلئے حجاب ہو سکتی



ہے، لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز نزدیک تر نہیں ہے، اس لئے اسکے حق میں کوئی چیز دوسری چیز کیلئے حجاب نہیں ہو سکتی۔ اچھی طرح سمجھ لو۔  
دوسرا مرتبہ تعبد کا یہ ہے کہ ہر ایک اسم کے ساتھ اسی کے مقتضاء کو موافق  
برتاؤ کرے۔

### ”الاول“ کے تعبد کی حقیقت

اسکی اولیت سے تو یہ برتاؤ کرے (جیسا کہ پہلے بھی مفصل مذکور ہے) کہ  
تمام اسباب اور وسائل پر اس کے فضل اور احسان کو مقدم سمجھے۔ کسی دوسری چیز  
کی طرف التفات نہ کرے اور نہ ہی کسی دوسری چیز پر اعتماد اور توکل کرے۔  
کیا کبھی تم نے اس بات پر بھی غور کیا کہ ازل میں جبکہ تم کسی کی یاد میں نہیں  
تھے بلکہ تمہاری حیثیت معدوم محض کی تھی، اُس وقت کس نے تمہاری سفارش  
کی جس کی بدولت اسقدر احسانات کا تم پر فیضان کیا گیا؟ تمہیں اسلام کی توفیق  
دی اور ایمان سے تمہیں بہرہ و فرمایا۔ اپنی جیسی مخلوق کی عبادت سے تم کو بچایا۔  
غیر کارِ بقہ عبودیت گردن میں ڈالنے اور اسکی غلامی سے تمکو نجات دی، اور  
تمام ماسوا سے تمہاری توجہ پھیر کر تمہارے دل کو اپنی طرف متوجہ کیا؟

### انعام الہی

اب جبکہ بغیر تمہاری درخواست اور بغیر کسی کی سفارش کے تمہیں ایسی جلیل القدر  
نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے تو تم کو چاہئے کہ نہایت تضرع کے ساتھ اسکی بارگاہ  
میں التجا کیا کرو کہ جن نعمتوں کی تمہارے حق میں ابتدا فرمائی ہے، ان کو کامل فرمانے  
کی عنایت کرے، اپنی ہمت کو اس سے بلند رکھو کہ کمینہ اور ادنیٰ چیزوں کی  
طلب میں رہو، یا رسوم اور آثار کی طرف متوجہ نہ ہو، یا اپنے خستہ پیارے تمہاری  
نظر ہو، تمہارا مطلق نظر مطالب علیہ کو حصول ہونا چاہئے، جن کا پانا بغیر اللہ تعالیٰ

کی اطاعت کے ناممکن ہے۔ کیونکہ اس نے اس بات کا فیصلہ فرمایا ہے کہ جو کچھ اس کے پاس ہے وہ اسی کی اطاعت سے حاصل ہوگا۔

### رضا جوئی کا نتیجہ

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کیلئے ایسے طریقے اختیار کرتا ہے جو اسی کے ارادے اور مرضی کے مطابق ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اس کی توقع سے بڑھ کر حسن سلوک فرماتا ہے جو کوئی اپنی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف منحطف کرے وہ دُور سے اس کا استقبال فرماتا ہے۔ (۵)

گریک قدم ازراہ صفا سوئے من آئی من ده قدم ازراہ وفا پیش تو آیم) اور جو شخص اُسی کی توفیق سے تصرف کرتا ہے اس کے سامنے لوہا بھی موم ہو جاتا ہے، جو شخص اُسی کیلئے کسی بات کو ترک کرتا ہے، اسکو فوق المزید احسانات سے سرفراز کیا جاتا ہے۔ اور جو شخص اُسکی رضا حاصل کرنا چاہے اس کو اُس کے ارادہ دینیہ کا تابع ہو جانا چاہئے۔

### تجربہ ہمت

اے جو یارِ رضا الہی! تم اپنی عالی ہمتی سے اپنی محبت اور اپنے تقرب کو (طلبِ قُرب کو) اُس ذاتِ پاک تک محدود رکھو، جس نے ہر ایک سبب ہر ایک ذریعہ کے استمداد سے پیشتر تم کو اپنے فضل و کرم اور احسان کا مورد بنایا ہے، بلکہ ہمیں جو اسباب اور وسائل تمہارے حق میں مزید احسان کا موجب ہوئے، ان کا موجب بھی تو وہی ہے۔ اُسی نے تمہارے لئے اسباب مہیا کئے اور اُسی نے تمہاری کامیابی کے راستہ سے موانع دُور کئے۔ اس لئے تم کو فقط اُسی پر توکل کرنا چاہئے، اُسی کے ساتھ معاملہ رکھنا چاہئے، اُسی کی رضا مندی کا جوایں رہنا چاہئے اور اُسی کی محبت اور خوشنودی کو کعبہ دل بنا لینا چاہئے، جس کی طواف

میں تم شب و روز مشغول رہو۔

اگر خدائے تعالیٰ تم کو اسی حالت میں دیکھ پائے تو سمجھ لو کہ اس سے بڑھ کر تمہارے لئے کوئی سعادت اور کامیابی نہیں ہے۔ اور اس کا نتیجہ یقیناً یہ ہوگا کہ وہ تم پر اپنے احسانات کی بارش فرمائے گا۔ اللہم لا مانع لما أعطیت ولا معطى لما منعت ولا ینفع ذالجد منك الجدد سبحانک و بھدک۔

(ترجمہ: اے اللہ! جو چیز تو عطا فرمائے، اُسے کوئی چھیننے والا نہیں اور جو تو چھین لے، وہ کوئی دوسرا نہیں دے سکتا۔ اور ذوالجد نافع نہیں ہے، تجھی کے ساتھ جد وابستہ ہے، تو پاک ہے اور تیرے لئے ہی تعریف سزاوار ہے)۔

### اسم پاک ”الآخر“ کا تعبیر

اسم ”اول“ کے تعبیر کی تحصیل کے بعد اسم ”آخر“ کے ساتھ تعبیر اختیار کرو۔ جس کا ما حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنا غایت مطلوب ٹھیراؤ جس کو چھوڑ کر تمہارے لئے اور کوئی غایت اور مطلوب نہیں ہے۔ اور جس طرح تمام اواخر کی انتہا اُس پر ہے۔ اُسی طرح تم اسی کو اپنا منتهی ٹھیراؤ۔ قال اللہ تعالیٰ:

وَ اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَهٰی - اور بیشک تمہارے رب تعالیٰ پر ہر ایک چیز کا انتہا ہے۔ (۵۳: ۴۲)

تمام اسباب اور غایات کا منتهی وہی ہے، جیسا کہ پہلے بھی اس پر تنبیہ کی جا چکی ہے۔ نیز اسم ظاہر کے ساتھ تعبیر اختیار کرنے کی بھی تفصیل کر دی گئی ہے۔

### اسم پاک ”باطن“ کا تعبیر

اسم ”باطن“ کے ساتھ تعبیر کی حقیقت یہ ہے کہ جب تم کو اس بات کا یقین ہو جائے کہ وہ تمام عوالم پر محیط ہے، وہ اپنے بندوں سے قریب ہے، اور اشیاء کا باطن ابدان کی اندرونی کیفیت اس کے سامنے مشہود کا حکم رکھتی ہے۔ جب

ان باتوں کے متعلق تمہارا یقین بمنزلہ مشاہدہ کے ہو جائے تو پھر تم اسی مشاہدہ کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ کرو۔ اور اپنے باطن کی تطہیر کرو۔ کیونکہ باطن اور ظاہر اس کے نزدیک ایک ہے۔ اور غیب اور شہادت میں باعتبار ظہور اور وضوح کے اس کے نزدیک کچھ بھی فرق نہیں۔

### اسماء اربعہ کے مفہوم کی جامعیت

اب تم خود دیکھ لو کہ ان اسماء اربعہ کا مفہوم کس قدر وسیع ہے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اُس کی عبودیت کے اقسام پر کس قدر حاوی ہے۔ اسی مقام پر مالک کا مشاہدہ اپنے خالق کے فضل و کرم اور احسان تک محدود رہتا ہے، اور وہ ہر ایک بات کو جو اچھی ہو، اسی کا نتیجہ سمجھتا ہے، اور اسی کی توصیف سے اسکو منسوب کرتا ہے۔ اور وہ تمام اشیاء جن پر پہلے اس کا بھروسہ رہتا تھا، یا جنکے انتساب پر اُس کو فخر ہوتا تھا، یا جن کو اُس نے اپنے احتیاج کے دن کا ذخیرہ فرض کیا ہوا تھا، وہ سب اُس کی نظر سے غائب ہو کر فقط اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر اس کی نگاہ جم جاتی ہے۔ کیونکہ اسباب و نتائج پر نظر رکھنا اور اُن کے حقائق اور اصول سے غفلت اختیار کرنا سراسر کج نظری اور کوتاہ بینی کا نتیجہ ہے۔ اس لئے کہ انسان کی طبعی خواہش، ہوائے نفس اور اس کے فطری ظلم اور جہل کا مقتضا بھی یہی ہے۔ فرمایا:

لَا تَكُنْ مِنَ الظَّالِمِينَ (۲:۲۷۳) | بیشک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے۔

جس شخص کے آئینہ بصیرت سے اللہ تعالیٰ نے زنگ دور کر دیا، اُس کی فطرت کی تکمیل فرمائی، اور اُس کو ہر ایک چیز کے مبادی اور غایات کی حقیقت اور ہر ایک چیز کے مالہ و ماعلیہ پر اطلاع بخشی اور اپنے (سابقہ) علوم و اعمال اور اذواق و احوال سے اپنے آپ کو تہی دست سمجھ لیتا ہے، علم اور عمل کے انتساب

سے استغفار کرنے لگتا ہے، اور اس غلط فہمی کی معافی چاہتا ہے کہ وہ ان کمالات کو اپنا کمال سمجھتا رہا، اور اس بات سے غافل رہا کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل اور صرف اُسی کے فضل و کرم کا نتیجہ تھا، اور یہ اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی سبب اور وسیدہ کے اُس کو یہ چیزیں عطا کر کے سرفراز فرمایا۔

## فصل ۲۰

### فقر کے دوسرے درجہ کا اجر و ثواب

#### مرضِ خود بینی سے نجات

الغرض فقر کے اس دوسرے درجہ میں آدمی کو اللہ تعالیٰ کا فضل ہی فضل نظر آتا ہے۔ اس درجہ کے فقیر کو حصولِ مراتب کے اس مشاہدہ کی برکت سے جو فقر کے درجہ اوسط (دوسرے درجہ) کا نتیجہ ہے، اللہ تعالیٰ دو گنا ثواب عطا فرماتا ہے۔ ایک ثواب تو اس لئے کہ وہ اپنے اعمال کو اہمیت دینے اور اُس کی وجہ سے اپنے آپ کو قابلِ تعریف سمجھنے کی بلا سے نجات پاتا ہے جس میں وہ پہلے مُبتلّا رہتا تھا، اور جس کا نتیجہ یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے مشاہدہ سے محروم تھا۔

دوسرا ثواب یہ کہ اُس کو اس بات کی توفیق ملتی ہے کہ وہ اپنے اذواق و احوال کو بنظرِ خود بینی ملاحظہ کرنا چھوڑ دے۔ کیونکہ ذوق اور حال کا محسوس آدمی کا سینہ ہے، اور قلب اور نفس کا مسکن بھی سینہ ہے۔ اس لئے جب آدمی کے سینہ میں قلب کے لئے کوئی عطا نازل ہوتی ہے تو اُس کا نفس بھی اس عطا

میں سے اپنا حصہ لینے کے لئے اُچھل پڑتا ہے جس پر وہ نازاں ہوتا اور اپنے  
گیت گانے لگتا ہے، اور خود بینی کی مرض میں مبتلا ہو کر انانیت (ہیچومن دیگرے  
نیست) کی آواز بلند کرتا ہے، کیونکہ وہ ظالم اور جاہل ہے اور ظلم و جہل کا یہی  
مقتضا ہے۔

### علتِ نجات

لیکن جب قلب میں اسمِ پاک ”مَنّان“ کا مفہوم جلوہ گر ہو کر وہ اللہ تعالیٰ کے  
فضل کو مشاہدہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفتِ اولیت کا مفہوم اُس کے قلب پر  
استیلا پذیر ہوتا ہے تو اس کا نفس اور قلب اپنے مولائے پاک کی طرف محتاج  
اور نیاز مند ہونے کو محسوس کرتا ہے اور وہ اس حال کو اپنی طرف منسوب کرنا  
چھوڑ دیتا ہے۔ اس سے پہلے اُس کی یہ حالت تھی کہ وہ اپنے خالقِ پاک اور  
اپنے مولا کی ذات اور صفات کی عظمت کو ملحوظ رکھنے سے قاصر تھا، اُسکے فضل  
اور احسان کو تمام وسائل اور اسباب کا سببِ اولین سمجھنے کے مشاہدہ سے محجوب  
اور اپنے نفس کی تعظیم یعنی خود بینی میں مبتلا تھا۔ لیکن اب اس کی کایا پلٹ گئی  
اور وہ اپنے مولائے پاک کی عظمت اور اُس کے فضل کے مشاہدہ میں مستغرق  
ہو کر اپنی خود بینی اور خود پسندی کو بھول گیا۔ جس طرح اس درجہ کا فقیر احوال  
پرستی چھوڑ دیتا ہے، اُسی طرح وہ محض فضلِ ربّانی کے مشاہدہ میں استغراق  
حاصل کر کے مقاماتِ کو خاطر میں لانے کی نجاست سے بھی اپنے آپکے آلودہ  
نہیں کرتا۔



# فصل ۲۱

## حال اور مقام کا اصطلاحی فرق

### فقر سے خروج

صوفیہ کرام کی اصطلاح میں مقام سالک کی اُس حالت کو کہتے ہیں جو (قلب میں) راسخ، قائم، دائم اور باقی ہو (پائدار ہو) لیکن حال اُس حالت کو کہتے ہیں جو عارضی اور ناپائدار ہو۔ مقامات کو خاطر میں لانا یہ ہے کہ وہ اپنے حق میں سے کسی ایک یا ایک سے زائد مقامات پر وہ فائز ہو گیا ہے اور اس مقام سے اپنے آپ کو موصوف خیال کرے یا اپنے آپ کو اس سے منسوب سمجھے، مثلاً یہ کہ وہ زاہد ہے، صابر ہے، متوکل ہے، خائف اور راجی ہے، وغیرہ وغیرہ۔ اب اگر کوئی ان مقامات سے منسوب کیا جانا اپنا استحقاق خیال کرتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ فقر کے اُس درجہ سے خارج ہو گیا، جس کا بیان گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔ کیونکہ اُس نے اپنے آپ کو غنی سمجھ لیا اور ربوبیت کی معرفت سے جہالت اختیار کر کے اس نے عبودیت کو ترک کر دیا۔ لیکن اگر وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کو سب سے پہلے ملحوظ رکھنے کی طرف رجوع کرے (جو فقر کے اس درجہ کی تعریف ہے) تو اس میں شک نہیں کہ وہ ان نجاسات میں آلودہ نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ اپنے نور سے اُس کو منور کر دیگا۔

# فصل ۲۲

## فتر کا تیسرا درجہ

### موجود کا ترک کرنا

فقر کا تیسرا درجہ جس کا شیخ الاسلام انصاریؒ نے ذکر کیا ہے، وہ ارباب فقر و سلوک کے نزدیک ان دونوں احوال الذکر درجوں پر فوقیت رکھتا ہے، اس لئے یہی درجہ ان کا غایت مطلوب ہے اور اسی درجہ کے حصول کے لئے انہوں نے سرگت کوششیں کی ہیں، کیونکہ فقر کے پہلے درجہ کا مخلص دنیا کے عوارض سے مخلصی حاصل کرنا ہے۔ دوسرے درجہ کا ماحصل یہ ہے کہ مقامات اور احوال کو دیکھنا چھوڑ دے۔ لیکن تیسرے درجے میں سالک کو موجود کا ملاحظہ چھوڑنا پڑتا ہے جو اس کے لئے وجود حق کے مشاہدہ سے مانع اور حائل ہے۔ اس درجہ پر قائل ہونے کے بعد وہ وجودِ حادث کو اس طرح حق سبحانہ و تعالیٰ کے قبضہ میں پاتا ہے، گویا وہ فضل کے ذرات ہیں جن کو شند ہوا اپنی مرضی کے مطابق الٹی ملتی رہتی ہے۔

### توحید میں جلوہ قیومت

الغرض توحید کا کماحقہ جلوہ گر ہونا اس خیال کو بالکل مٹا دیتا ہے کہ انسان کو بھی کسی امر میں اختیار اور استقلال حاصل ہے، یہاں تک کہ وہ اپنے ایک ذاتی ترین وسوسہ یا خطوہ خیال، اپنی آنکھ کی جھپک اور اپنے ایک سانس کو اللہ تعالیٰ کے ارادہ نافذہ، اس کی مشیتِ کاملہ اور اسی کی تقدیر و تدبیر کے ماتحت

سمجھتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ انسان کی مثال ایک گیند کی ہے جسکو قضا و قدر کے چوگان کبھی ادھر اور کبھی اُدھر پھینکتے رہتے ہیں۔ اس کے سامنے اُس ذات پاک کی قومیت جلوہ گر ہوتی ہے جس کے ہاتھ میں خلق اور امر ہے اور وہ جانتا ہے کہ اس صفت میں وہ یگانہ اور بے ہمتا ہے۔ یہ باتیں مجرد علم کا نتیجہ نہیں ہیں، اُن کی صحیح معرفت اُسی کو حاصل ہو سکتی ہے جو صاحبِ حال ہے۔ (حال اور قال میں جو فرق ہے وہ اہل علم و معرفت سے پوشیدہ نہیں) اور وہ بعض اوقات جلوہ قومیت کے مشاہدہ میں اس قدر مغلوبِ الحال ہوتا ہے کہ اپنے وجود تک کا احساس اس سے زائل ہو جاتا ہے۔

### اہل تصوف کا قطب

ایسی ہی حالت میں فقر اور اضطرار کی صحیح کیفیت اس کے نقدِ وقت ہوتی ہے اور وہ ظاہر اور باطن کے ہر ایک ذرہ میں کامل طور پر حقیقہ کا محتاج اور نیازمند ہونا مشاہدہ کرتا ہے، کیونکہ وہی اُس کا رب ہے اور وہی اُس کا آلہ معبود ہے جس سے کسی حالت میں وہ بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ یہی فقر کا وہ اعلیٰ درجہ ہے جس کو اہل تصوف اپنے اصول کا قطب سمجھتے ہیں۔

## فصل ۲۳

### تیسرے درجہ کا حصول

#### دو معرفتیں

بلاشبہ یہ (تیسرا) درجہ اُس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ دو معرفتیں پہلے سے حاصل ہو چکی ہوں:

۱۔ اپنے رب تعالیٰ کی ربوبیت اور اُلوہیت کی حقیقت کا علم۔

۲۔ اپنے نفس کی حقیقت یعنی اُس کی عبودیت کی پہچان۔

اگر ان دونوں معرفتوں کو ان کا حق عبودیت دیا جائے تو باعتبار حال اور مقام کے فقر کے اس میں کچھ درجہ سے آدمی موصوف ہو سکتا ہے اور تب وہ ایک ایسا فقیر ہوتا ہے جو سب سے غنی تر ہے (گو بظاہر کتنا ہی) ذلیل ہوتا ہو، لیکن اس کے برابر کوئی بھی عزیز نہیں ہوتا۔ باوجود کمزور ہونے کے اُس کی طاقت کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ تنہائی میں اُس کو کامل اُنس حاصل ہوتا ہے اور وہ قبائل اور عشائر کی جمعیت اور اُن کی اعانت اور دستگیری کا محتاج نہیں رہتا۔ اس کی خنکی چشم اپنے رب تعالیٰ کی محبت اور معرفت سے ہوتی ہے اس لئے سب کو اس کے ملنے اور دیکھنے سے آنکھ کی ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے۔ وہ اپنے رب تعالیٰ کے ہوتے ہوئے اپنے آپ کو کسی کا محتاج خیال نہیں کرتا، اس لئے اغیار اور ملوک تک اُس کے محتاج رہتے ہیں۔

### عقیدہ جبر اور نظام عبودیت

فقر کے تیسرے درجہ کا یہ حال اور مقام تب کامل ہوتا ہے جبکہ سالک کا قلب عقیدہ جبر سے آلودہ نہ ہو، کیونکہ اگر اس کا دل جبر کے اعتقاد سے ملوث ہے تو اُس کا نظام عبودیت تحلیل ہو جاتا ہے اور اسلام کا طوق وہ اپنی گردن سے اتار پھینکتا ہے۔ وہ اپنے تمام افعال کو اپنے رب تعالیٰ کے احکام تکوینی کے موافق ہونے کی وجہ سے طاعت اور عبادت (اور اُسکی رضامندی کا موجب) خیال کرتا ہے۔ ایسی ہی حالت میں وہ اس قسم کے اشعار گاتا ہے۔  
 صبحت منفعلًا لما يختاره متى فعلى كلة طاعات  
 ترجمہ: جو کچھ وہ چاہتا اور پسند کرتا ہے میں تمام تر اسی کے اثر کو قبول کر نیوالا ہوں

اس لئے میرا ہر ایک فعل طاعت ہے۔

اگر اُس سے کہا جائے کہ بھائی خدا سے ڈرو اور اُسکی نافرمانی مت کرو۔ تو وہ جواب میں اس طرح گویا ہوتا ہے کہ میں نے اگرچہ اُس کے امر کی مخالفت کی ہے لیکن میں اس کے حکم اور ارادہ کی انقیاد اور اطاعت کر رہا ہوں۔ اس مشرب کا آدمی خدا کے رسولوں کی تعلیم سے بیزار ہے، جامہ شریعت کو اُس نے اتار پھینکا ہے اور دشمن خدا ابلیس لعین کا وہ سگ بھائی ہے۔

## فصل ۲۲

### تیس کے درجہ میں مندرج منضبی

#### مسئلہ تقدیر کا صحیح مفہوم

اس مقام اور مسلک پر پہنچ کر فقیر کا مندرج یہ ہے کہ وہ امر اور شرع کو ملحوظ رکھے، افعال کو اپنے کسب اور اختیار سے صادر ہوتا ہوا دیکھے، اور یہ تسلیم کرے کہ امر اور نہی کا تعلق افعال کے ساتھ اسی حیثیت سے ہے۔ (یعنی کسب اور اختیار کی حیثیت سے ہے) اور اسی لئے ان پر شرعاً اور عفتلاً مدح اور ذمہ مترتب ہوتے ہیں، اور جزا و سزا کی بنا اسی پر ہے۔ یہ مشاہدہ حاصل ہونے کے ساتھ ہی وہ اپنے تمام حرکات و سکنات میں اپنا کامل خطرہ ملاحظہ کرے اور یہ کہ وہ ہر ایک طرح سے اُس متقلب القلوب و مبصر الابصار کا محتاج ہے، جس کا ارادہ اور اختیار ہر ایک چیز پر نافذ اور اُسکو شامل ہے۔ جس چیز کے نہ ہونے کا وہ ارادہ فرمائے، وہی چیز واجب الوجود ہو جاتی ہے، یعنی

لُغوی) اور جس کی بابت وہ ارادہ فرمائے کہ وجود میں نہ آئے وہی ممتنع الوجود ہے، جس کو وہ گمراہی میں چھوڑنا چاہے، اُسکو کوئی بھی ہدایت نہیں دے سکتا، اور جس کو وہ ہدایت بخشنے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، وہی دلوں میں ارادہ پیدا کرتا ہے اور اعضاء و جوارح کو اعمال بجالانے کے لئے حرکت دیتا ہے، قلوب اور جوارح ہر ایک طرح سے اس کے مستخر اور اُس کی مشیت کے ماتحت ہیں۔ اس کا ارادہ جیسے کہ اجرام سماویہ، میاں و اشجار اور دیگر کائنات کو حرکت دینے کا موجب ہوتا ہے، اُسی طرح انسان کے اعضاء کو تحریک دینے اور اُن سے اعمال صادر ہونے کا بھی وہی موجب ہے۔

### ایک شک کا ازالہ

اس میں شک نہیں کہ ہر ایک حرکت کا ایک سبب مقتضی ہوتا ہے، لیکن اس سبب کا خالق وہی ہے۔ کیونکہ یہ ایک بدیہی بات ہے کہ جو سبب کا خالق ہے وہی سبب کا بھی خالق سمجھا جائیگا۔ جس نے قلب میں ایک ایسا پختہ ارادہ پیدا کیا جو کسی حرکت اختیار کی اور فعل کا باعث ہوا، وہ ان دونوں مؤخر الذکر کا بھی تو خالق ہے۔ اور ارادہ جازمہ کا بغیر کسی خالق کے خود بخود پیدا ہونا ناممکن ہے، اور یہ بھی ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے بغیر (کسی دوسرے خالق کے ذریعہ) اس ارادہ کی تخلیق ہوئی ہو۔ اور اگر بالفرض تم اس ارادہ کو کسی دوسرے ارادہ کا نتیجہ سمجھتے ہو تو اس سے تسلسل لازم آتا ہے، اس لئے کسی ایسے فاعل کو ماننا ہی پڑیگا جس نے اس ارادہ کو پیدا کیا جو فعل کا موجب ہوا ہے۔



# فصل ۲۵

## سچا فقیر کون ہے؟

### عقل، فطرت اور شرع کا تطابق

مسئلہ تقدیر کی یہ سمجھ حاصل ہونے پر انسان اپنے آپ کے مالک اور تصرف القلوب کا پورا محتاج سمجھ لیتا ہے۔ یہی وہ فقر صحیح ہے جو عقل اور فطرت اور شرع کے مطابق ہے؛ لیکن جو شخص اس کے حدود سے نکل کر کسی ایک جانب انحراف کرتا ہے، اُس کا قلب ہدایت سے ہٹ جاتا ہے اور وہ اپنی رب تعالیٰ کو جو ملک اور ملکوت کا مالک حقیقی ہے، اس تصرف سے محفل سمجھتا ہے جو اس کو ادا امر کے صادر فرمانے، احکام کی تشریع اور امر و نہی کی موافقت اور مخالفت پر ثواب اور عذاب دینے کے متعلق حاصل ہے۔

### شناخت

برخلاف اس کے جو سچا فقیر ہے اور ہر ایک لمحے میں اپنے آپ کو اُس کا محتاج سمجھتا ہے، اگر اس کو طاعت اور نیکی کی توفیق ملے یا کسی نعمت سے بہرہ ور ہو تو وہ اپنے رب تعالیٰ کا شکر گزار ہوتا ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کا فضل اور جود و احسان سمجھتا ہے اور اس کی حمد و ثنا میں مشغول ہوتا ہے۔

### تحریک محصیت

اگر محصیت کیلئے اس میں حرکت پیدا ہو تو وہ سپیخ اٹھتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے فریاد خواہی کرنے لگتا ہے اور اُس کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہوتے ہیں:

اللہم اِنِّی اَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ (بارخدا یا! میں تجھ سے تیری ہی پناہ لیتا ہوں)

یا مصروف القلوب صرف قلبی علی طاعتک۔ (دلوں کے پھرنے والے خدا! میرے دل کو اپنی طاعت کی طرف پھیر دے اور اُس پر ثابت قدمی عنایت فرما)۔

### ارتکابِ مصیبت

اگر بالفرض وہ مصیبت کا ارتکاب کر بیٹھے تو پھر اسکی بیچ پکار اُس قیہ می کی طرح ہوتی ہے جس کو دشمن نے دامِ مصیبت میں اسیر کر لیا ہو، اور وہ جانتا ہے کہ اُس کی آزادی ایک ہی بات پر منحصر ہے اور وہ یہ کہ اُس کا مالک اس کو بچھڑائے۔ اور اس بات کا اُس کو یقین ہوتا ہے کہ اس کے اپنے ہاتھ میں ذرہ بھر بھی اشتیاء نہیں، اور وہ کسی قسم کے نفع و نقصان اور موت و حیات کا مالک نہیں۔ وہ اس حالتِ اسیری میں اپنے ہی آقا کی ہر باتوں کا منتظر رہتا ہے جسکو آستے۔ مانی بخشنے پر ہر ایک طرح کی قدرت حاصل ہے اور وہ اپنے آپ کو اس کی اعانت اور دستگیری کا سخت محتاج سمجھتا ہے اور اُس کا تمام بھروسہ اُسی پر ہوتا ہے۔

### التجاء بقدر ابتلاء

سہل (تسہتری) کا قول ہے کہ التجار انسان کی ابتلاء کے مطابق کم و بیش ہوتی ہے یعنی جس قدر ابتلاء زیادہ ہوا اتنا ہی اسکو مبتلا کنہ کی معرفت زیادہ حاصل ہوگی۔ جس کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ کے معنی دریافت کئے کہ اللہم اِنی اعوذ بک منك، اور اس کے شہود اور ذوق نے اس سے میں اس کی مساعدت کی (یعنی یہ معرفت اس کیلئے مشاہدہ ہوگی، اور اس کے حق میں ذوق اور وجدان کا حکم پیدا کیا) اور پھر اُس نے اپنے اس ذوق اور وجدان کے مطابق حقِ عبودیت ادا کیا تو بیشک وہ سچا فقیر ہے اور فقرِ صحیح کا در و مدار اسی ایک کلمہ پر ہے۔

# فصل ۲۶

## تقدیر کا تقدیر سے دفع کرنا

### مشیت کا زبردست ہاتھ

جس نے فقر محمدی کے اس بسترِ راز کو سمجھ لیا، وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ایک قضا کو دوسری قضا سے نجات دینے کا ذریعہ ٹھہراتا ہے، اور اپنی نازل کردہ بلا اور مصیبت کو اپنی ہی رحمت سے ٹالتا ہے، خلق اور امر کا وہی مالک ہے اور حکم اسی کے ہاتھ میں ہے، جو چاہتا ہے، کرتا ہے اور اُس کے چاہنے کے بغیر کسی بات کا ہونا ناممکن ہے، اُس کی مشیت کو صرف اسی کی مشیت روک سکتی ہے اور جس بات کا ہونا اور وقوع میں آنا وہ نہیں چاہتا ہے، وہ صرف اُسی سورت میں ہو سکتا ہے جبکہ وہ خود اُس کے ایسا ہونے کا ارادہ فرمائے۔ اس لئے یہ بالکل سچ ہے کہ نیکی کرنا اسی کی توسیع اور برائیوں سے محفوظ رہنا اُسی کی عصمت کا نتیجہ ہے، بہترین اعمال کا بجالانا اور بہترین اخلاق کا اختیار کرنا اُسی کی ہدایت سے ہو، اور بُرے اعمال اور اخلاق سے محترز رہنے کی وہی توفیق بخشتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ۔

اگر اللہ تعالیٰ تم کو کسی تکلیف میں مبتلا کر دے تو سوائے اس کے کوئی بھی سلوہ دور نہیں کر سکتا، اور اگر وہ تمہارے حق میں بھلائی کا ارادہ فرمائے تو اُس کے فضل کو کوئی بھی نہیں روک سکتا۔

(۱۰ : ۱۰۷)

## احساسِ فتنہ و اضطراب

ان حقائق کی معرفت یہ نتیجہ لاتی ہے کہ آدمی صحیح طور پر اپنے اضطراب اور فقر و فاقہ کو محسوس کر لیتا ہے، اور وہ اپنے اعمال اور احوال کو بنظرِ اعجاب دیکھنا چھوڑ دیتا ہے (خود بینی ترک کر دیتا ہے) بن کے گھمنڈ میں انسان اپنے آپ کو بے نیاز سمجھنے لگتا ہے، اور عبودیت کا طوق گردن سے اتار کر ناجائز دعاوی کرنے پر آمادہ ہوتا ہے، اور تم سمجھ سکتے ہو کہ جس کا قلب، جس کا ارادہ اور جس کے ظاہر و باطن کی ایک ایک حرکت اور سکون دوسرے (یعنی اللہ تعالیٰ) کے تصرف میں ہے جو اس کا مالک اور مقلبِ القلوب ہے اور خود اس کو ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی اختیار نہیں بھلا وہ کب یگستاخی کر سکتا ہے کہ اپنے لئے کسی حال یا مقام کا دعویٰ کرے!

## فصل ۲۷

### بحثِ توحید

#### مشیت پر ایمان، توحید کا لازمی جزو

بہر حال اس حقیقت نفس الامر یہ پر ایمان لانا توحید کے قیام اور نظام کا موجب ہے، اور اگر یہ عقیدہ قلب میں نہ ہو، سمجھ لیں کہ توحید کی بھی خبر نہیں۔ پاک ہے نہ خدا جس تک رسائی حاصل کرتا خود اُسی کے ذریعہ ہو سکتا ہے اور اس کی اطاعت اس کی اپنی مشیت کا نتیجہ ہے۔ اُس کے نزدیک رجائتِ عزت کا حاصل کرنا اُسی کی طاعت پر موقوف ہے، اور اس کی طاعت بغیر اسی کی توفیق اور اعانت کے میسر نہیں ہوتی۔ اس لئے تمام باتوں کی ابتدا اور انتہا وہ خود ہی ہے، اہلِ اقل

بھی ہے اور آخر بھی۔

### توحید خصوصی

جو شخص اس مقام تک پہنچ جائے وہ شیخ الاسلام انصاریؒ کے نفظوں میں ”نقطۃ توحیدی کے قبضہ میں پڑ جاتا ہے اور تجربہ کی قید میں مجبوس ہو جاتا ہے“ اور اس کو توحید خصوصی کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ جس طرح نماز اور ذکر اور دیگر انواع و اقسام عبادت کی دو قسمیں ہیں :

ایک خصوصی جس میں کہ اس عمل کا ذکر کرنے والا اپنا پورا اخلاص صرف کرے اور اس عمل کو کامل ترین اور بہترین شکل میں بجالانے کی کوشش کرے۔  
دوسرے عمومی جس میں کہ یہ شہر الہ پوری طرح نہ پائی جائیں۔

اسی طرح توحید کی بھی دو قسمیں ہیں، چنانچہ کلمہ توحید لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنے میں تو سب مسلمان ایک جیسے ہیں، لیکن اس کلمہ کے مضمون کو جاننے اور ظاہر باطن میں اس کا حق پورا کرنے میں وہ اس قدر مختلف ہیں کہ ان کے مراتب کا شمار صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

### توحید خصوصی کا مقام

اکثر صوفیہ کا خیال یہ ہے کہ توحید خصوصی کے معنی یہ ہیں کہ انسان تحریک دینے والے کے مشاہدہ میں استغراق حاصل کر لے کہ متحرک اور حرکت کا تصور اس کو ذہن سے اتر جائے اور یہ دونو موقر الذکر چیزیں اس کی نظر سے اوجھل ہو جائیں۔ وہ اپنے آپ کو بعینہ ایک کٹ پتلی تصور کرے جو دو سکر کے نچانے سے ناچتی ہے، اور اس کا پختہ عقیدہ یہ ہو جائے کہ اسکی ایک ایک حرکت اور سکون مشیت الہی کی تقریبات کا نتیجہ ہے۔ جیسے کہ ایک شخص جسکو دریائے نموج کی زبردست لہریں نیچے اوپر کر رہی ہوں اس حالت میں وہ اپنی حرکت کو ذرہ بھی مشاہدہ نہیں کرتا

بلکہ اس کی حرکت براہ راست لہروں کی حرکت اور تحریک کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اگرچہ اکثر اہل تصوف نے اسی توحید کو اپنا غایت مطلوب خیال کیا ہے، اور بعض کا یہ خیال ہے کہ یہ توحید کے لوازم میں سے ہے، لیکن بات یہ ہے کہ توحید خصوصی کا مقام اس سے اعلیٰ اور برتر ہے۔ کیونکہ توحید مذکور کا حاصل توحید ربوبیت میں فنا حاصل کرنا ہے، اور اس مشاہدہ میں مستغرق ہونا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی خالق اور مدبرِ عالم نہیں۔

### توحید الوہیت کی اہمیت

یہ سچ ہے، لیکن صرف توحید ربوبیت تو نجات تک کیلئے کافی نہیں، چہ جائیکہ اس کو غایت، مطلوب خیال کیا جائے۔ غایت مطلوب توحید الوہیت میں فنا اور استغراق حاصل کرنا ہے جس کا منحص یہ ہے کہ ہر ایک دوسری چیز کی محبت کو چھوڑ کر ایک خدا، قدوس و برتر کی محبت میں فنا ہو جائے، اُسی کی لقاء کا شوق اس کے قلب پر مسلط ہو اُسی کو اپنا والا اور معبود حقیقی سمجھ کر اُسی کے سامنے (اور صرف اُسی کے سامنے) اپنے آپ کو ذلیل کرے، اپنے آپ کو ہر طرح سے اسی کا محتاج سمجھے، دوسروں کے ساتھ اپنی بیم و امید کو وابستہ نہ کرے بلکہ صرف اُسی کی ذات پاک اس کے لئے خوف ورجا کا مرکز ہو، اور اُس کو یقین کامل ہو کہ تمام کائنات میں کوئی دوسری ہستی ایسی نہیں جس سے اس قسم کا سلوک کیا جائے۔

### قلبی حالت

اس کا قلب ان حقائق پر ایمان رکھنے سے ایک خاص گہرا رنگ حاصل کرے اور ان حقائق پر عمل پیرا ہونا اس کا حال اور مقام بن جائے۔ اس طرح تمام غیر اللہ سے فنا اور صرف اُسی کی ذات مقدس اور صفات عالیہ کے ساتھ اس کو بقا حاصل ہو۔



## عارفین کی منزل مقصود

یہی وہ توحیدِ خصوصی ہے جس کے حصول کیلئے تمام عارفین کمر بستہ نظر آتے ہیں اور اسی شفاف چشمہ کے ارد گرد سالکین چکر لگاتے ہیں، اسی مقام پر انسان انقطاعِ توحیدی اور تجرید کے قبضہ میں پڑ جاتا ہے، سچے طور پر فقر کے لباس میں ملبوس ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی محبت اور اُس کا خوف درجا دوسروں کی محبت اور ان سے کسی قسم کی بیم و امید کو وابستہ کرنے کا خیال اس کے دل سے محو کر دیتا ہے اور اس کا قبلہ ارادتِ ایک ہی واحد حق ہوتا ہے، جس کے آگے ذلیل ہونا اور جان و مال کی قربانی کرنا وہ اپنا فخر سمجھتا ہے۔ اس کی طلب اور اس کا مطلوب ایک ہوتا ہے، کیونکہ مطلوب کا تعدد و توحید اور خلوص میں خلل پیدا کرتا، اور طلب میں عدت نہ ہو تو پھر صدق اور ارادت کا کمال باقی نہیں رہتا۔ اس لئے طلب اور مطلوب دونوں کی توحید ضروری ہے۔

## توحیدِ ربوبیت اور توحیدِ الوہیت کا فرق

توحیدِ ربوبیت اور توحیدِ الوہیت میں بعینہ وہی فرق ہے جو فقر کے پہلے اور دوسرے درجہ میں ہے۔ جیسا کہ فقر کے پہلے درجہ میں انسان اپنے اموال اور املاک سے بچر و اختیار کرتا ہے اور دوسرے درجہ میں وہ اپنے اعمال اور احوال کو دیکھنا چھوڑ دیتا ہے، اسی طرح توحیدِ ربوبیت میں وہ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو فاعل نہیں سمجھتا۔ یعنی اپنے رب کے ساتھ کسی دوسرے کو خالقیت اور فاعلیت میں شریک نہیں کرتا، لیکن توحیدِ الوہیت میں وہ اپنے محبوبِ حقیقی کے اوامر کی اطاعت اور اس کی تحصیلِ رضا میں کسی دوسرے کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتا۔

## سالکوں کا نصب العین

وہ اسی کی پاک محبت اور اسی کی رضا حاصل کرنے میں فنا ہو کر دوسروں کی

محبت اور اُن کی خوشنودی طلب کرنے کا خیال پس پشت ڈال دیتا ہے اور یہی بات  
 عالی ہمت سالکوں کا نصب العین ہے۔ جو شخص اپنے مال، حال، کسب اور عمل  
 سے تجرید خست یا کرے اور پھر اپنی تجرید کو بھی دیکھنا چھوڑ دے، وہ صوفیہ کے  
 نزدیک سچے اہل تجرید میں سے ہے اور اسی کو وہ اپنا آخری مقصد اور مطلوب  
 خیال کرتے ہیں۔

## فصل ۲۸

### بحث تجرید

اعلیٰ ترین قسم

صوفیہ کے نزدیک تجرید یہ ہے کہ اپنے وجود حادث کو اُس کے وجود باقی  
 میں فنا کر دے اور یہی غایت مطلوب ہے۔ لیکن خدا کی قسم اس سے کامل تر ایک اور  
 تجرید موجود ہے جس سے اس تجرید کو عشر عشر کی نسبت بھی نہیں، اور وہ یہ ہے  
 کہ انسان اپنے ارادہ اور اپنی محبت کو شوائب اور علل اور خلوطا کے تعلق سے  
 پاک کر دے، جس طرح اس کا محبوب ایک ہے، اسی طرح اس کی محبت بھی غیر کی  
 آمیزش سے مُسترا ہو، اور وہ اپنی مراد اور اپنی محبوبات کو چھوڑ کر محبوب حقیقی  
 کی مرضیات اور اُس کی مراد کا تابع ہو جائے۔ (۷۱)

میل من شوئے وصال و قصد او سوئے فراق  
 ترک کام خود گرفتہ تا بر آید کام دوست

## اتحاد مطلوب شرع

یہی وہ اتحاد ہے جس کو جائز طور پر اتحاد کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ اس مقام پر محب اور محبوب کی مراد ایک ہو جاتی ہے اور جو محبوب کی مراد ہو اُسی کو محب اپنی مراد سمجھتا ہے اور اسی کا نام کمال عبودیت ہے جس کے بغیر محبت کو نخل اور شواہب سے پاک نہیں خیال کیا جاسکتا۔ لیکن یہ یاد رکھو کہ ارادہ کا اتحاد ایک ناممکن بات ہے، جیسا کہ مرید کا اتحاد محل اور ناممکن ہے، البتہ جیسا کہ مذکور ہوا محب محبوب کی مراد ایک ہو سکتی ہے بشرطیکہ محبت نخل اور حظوظ کی آمیزش سے پاک ہو اور اسی ایک اعتبار سے ان میں اتحاد کا ہونا ممکن ہے۔

## تجربہ کی تین قسمیں

الغرض فقر، تجرید اور غنی ایک ہی باب میں سے ہیں۔ لیکن منازل السائرین کے مسنف نے تجرید کو آخری مراحل میں سے قرار دیا ہے۔ اور اس کی ان الفاظ میں تعریف کی ہے کہ تجرید کے معنی ہیں: "شواہد کے دیکھنے سے مبرا ہو جانا" اور پھر اس کے تین درجے بتائے ہیں :-

پہلا درجہ یہ ہے کہ کشف کو یقین الکتسابی سے الگ کر لیا جائے۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ عین جمعیت کو ادراک علمی سے علیحدگی حاصل ہو۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ خود تجرید کے مشاہدہ سے مخلصی پائے۔

## پہلا درجہ

پہلے درجے کی تعریف میں جو اس نے کشف کا لفظ استعمال کیا ہے اس سے مراد قلب میں ایمان کا جلوہ گر ہونا اور اس کے رگت ریشہ میں اس کا سرایت کر جانا ہے اور یقین الکتسابی سے اس کو الگ کرنے کے یہ معنی ہیں کہ اگرچہ نفس ایمان اس طرح بھی قلب میں جلوہ گر ہو سکتا ہے کہ عقلی دلائل اور براہین کے ذریعہ

یقین حاصل کیا جائے، لیکن تجرید کا مفہوم اس سے الگ ہے۔ اور وہ یہ کہ ہر ایک سبب کے مشاہدہ سے جو یقین اور ایمان پیدا ہونے کا موجب ہو سکتا ہے، تجرید حاصل کر کے تمام اسباب اور وسائل پر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا مقدم ہونا مشاہدہ کرے۔ بالفاظ دیگر اسباب اور وسائل اس کی نظر سے اوجھل ہو جائیں اور مسبب الاسباب کے مشاہدہ تک اس کی نظر محدود ہو۔

### صحیح اور باطل تجرید کا فرق

اب اگر اسباب سے تجرید حاصل کرنے کا یہ مقصد سمجھا جائے کہ اسباب کو اسباب نہ سمجھے تو اس میں شک نہیں کہ یہ ایک باطل تجرید ہے اور جس کو یہ تجرید حاصل ہو، وہ گمراہ ہے۔ لیکن اگر اس سے یہ مراد لی جائے کہ اس کی نظر اسباب کے مشاہدہ تک محدود نہ ہو، اور ان کے پاس ٹھہر نہ جایا کرے تو یہ تجرید صحیح ہے بشرطیکہ اسباب کے اسباب ہونے کی نفی نہ کرے۔

### دوسرا درجہ

دوسرے درجہ کی تعریف اُس نے یہ کی ہے کہ عین جمعیت کو اور اک علمی سے علیحدگی حاصل ہو، چونکہ پہلے درجہ کا مفہوم یہ ہے کہ ایمان کو یقین الکتسابی سے الگ کر لیا جائے جس کا مُنتہی "عین جمعیت" ہے یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے تصرف میں متصرف ہونا مشاہدہ کرے اور اسباب و وسائل کا اثبات اُسکی نظر میں غائب ہو جائے۔ یہ تجرید ایک دوسری تجرید کو چاہتی ہے جو اس سے کامل تر ہو۔ اور وہ یہ ہے کہ اس "عین جمعیت" کا اس میں اور اک باقی نہ رہے۔

### پہلے اور دوسرے درجہ کا فرق

بالفاظ دیگر پہلے درجہ میں اسباب اور افعال کے مشاہدہ سے تجرید حاصل ہوتی ہے اور دوسرے میں آدمی اپنے اس مشاہدہ کے علم اور ادراک سے تیز و حاصل

کرتا ہے۔

### تیسرا درجہ

ان دونوں کے بعد ایک اور تجرید کی ضرورت ہے جو دونوں سے کامل تر ہو، اور وہ یہ ہے کہ خود تجرید کے مشابہہ سے مخلصی پائے۔ جس کو تجرید کا یہ تیسرا درجہ حاصل ہو، وہ عین جمع میں ہوتا ہے۔ اُسکی تمام تر توجہ کا مرکز واحد حق مبارک تعالیٰ ہوتا ہے، اور اس میں اُسکو یہاں تک استغراق حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنی اس حالت عین جمع کے ادراک سے بھی قاصر رہتا ہے۔ واحد حق کا ذکر اور اُس کی معرفت یہاں تک اُس کے قلب پر غالب ہوتی ہے کہ اس میں اپنی تجرید کے احساس تک کیلئے گنجائش باقی نہیں رہتی، چہ جائیکہ وہ اس کی طرف التفات کرے۔ کیونکہ اگر ایسا ہو تو یقیناً اُس کی تجرید ناقص ہوگی۔

### چوتھی قسم

ان مراتب سے گانہ کے بعد ایک اور تجرید ہے جس کے ساتھ ان مراتب کو قطرہ اور دریا کی نسبت ہے۔ وہ یہ ہے کہ اپنی محبت اور اپنے ارادہ کو مابہوی اللہ کے تعلق سے آزاد کرے۔ (۱۷)

غلام بہت اہم کہ زیرِ چرخِ کبود زہرچہ رنگ تعلق پذیر و آزاد است (اور اُس کی تجرید علل و اغراض اور خطوط و شواہب کی آمیزش سے جو نفس کی مراد ہے، بالکل پاک ہو۔ اس کی طلب اور اس کی محبت (اور اس کا ارادہ) ہر ایک ایسی چیز کے تعلق سے مبرا ہو جو اُس کے محبوبِ حقیقی کی مراد کے مخالف ہے۔ حقیقت کی تجرید یہی ہے۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التَّكْلَانُ۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔

# باب ۲

## غنائے عالی

### فصل

#### فتر اور غنی باللہ

تمہید

چونکہ بندہ کا اپنے رب کی طرف فقیر اور محتاج ہونا اُس کے حق میں عین غنی ہے۔ کیونکہ جو شخص سب سے زیادہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا محتاج خیال کرے درحقیقت وہی غنی ترین ہے۔ جو کوئی اُس کے سامنے اپنے آپ کو جہتِ نافذ لیل کرے، اتنا ہی عزیز ہوگا۔ جو کوئی اُس کی بارگاہِ کبریا میں اپنے آپ کو عاجز اور کمزور خیال کرے، وہی درحقیقت طاقتور ہے۔ اسی طرح جو شخص اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے بارے میں جاہل نہ سمجھے، وہی معرفت اور تسلیم میں کامل تر ہوگا۔ اور جو کوئی اپنے نفس کو جتنا زیادہ مبغوض سمجھتا ہے، اتنا ہی وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے قریب تر ہے۔ اسی لئے فقر کا بیان کر نیکی پر غنی باللہ کا



ذکر بھی لازم ہے۔ کیونکہ یہ دونوں آپس میں لازم ملزوم ہیں۔ لہذا ہم ایک علیحدہ باب میں غنی باللہ کے متعلق جس کو غنائے عالی کہہ سکتے ہیں، چند ایک مفید باتیں لکھتے ہیں۔

### غنا عارضی

تمہیں یقین ہونا چاہیے کہ غنا، درحقیقت وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستگی پیدا کرنے کا نتیجہ ہے، جس کی ایک صفت ذاتی یہ ہے کہ وہ غنی مطلق ہے اور اس کے بغیر جملہ مخلوقات کیلئے جیسا کہ مخلوقیت کی وصف لازمی ہے، اسی طرح ان کا فقر و احتیاج الی اللہ بھی ان کے لوازم ذات میں سے ہے۔ اور غنا کی صفت سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی دوسرے کیلئے صرف ایک امر عارضی، نسبتی اور اضافی ہوگا۔ کیونکہ اس کا غنا لامحالہ کسی ایسے امر کی وجہ سے ہوگا جو اس کی ذات سے خارج ہے اور اس لئے اس کا غنا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوگا، یعنی غنا، باللہ ہوگا۔ ورنہ اپنی ذات کے لحاظ سے تو وہ فقیر مطلق ہے۔ علی الاطلاق صرف اسی کو غنی کہا جاسکتا ہے جس کا غنا اس کے لوازم ذات میں سے ہو۔ چونکہ یہ صفت سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی دوسرے میں نہیں پائی جاتی، اس لئے وہی ایک غنی مطلق کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے اور وہی ہے جو اپنی صفات میں یگانہ و بے نیاز اور ہمیشہ قابل حمد و تعریف ہے۔

# فصل ۲

## اقسام غناء

الغرض غناء کی دو قسمیں ہیں: ایک غناء سافل اور دوسرا غناء عالی۔  
غنائے سافل

غنائے سافل وہ ہے جس کی بنیاد واجب الاسترداد عاریتی اشیاء کے ساتھ منسوب ہونے پر ہے، مثلاً بیویاں اور بیٹے، سونے چاندی کے ڈھیر، عمدہ گھوڑے، مال مویشی اور کھیت وغیرہ۔ لیکن یہ غناء کی ضعیف ترین قسم ہے، جس کی مثال ٹھلٹی پھرتی چھاؤں کی ہے۔ یہ تمام چیزیں عارضی ہیں، جو قریب تر مدت میں واپس کر لی جائیں گی۔ اور ان کے چلے جانے کے بعد وہی فقر و احتیاج! (بانکے دن اور بُرے دن)۔

ان چیزوں کی موجودگی کی وجہ سے اپنے آپ کو غنی سمجھ لینا ایک خواب کی مانند ہے جس میں آدمی اپنے آپ کو خزانوں کا مالک اور متصرف دیکھتا ہے، لیکن آنکھ کھلنے پر وہ سب دولت کا فور ہو جاتی ہے۔ اس قسم کے غناء پر قناعت کرنا غایت درجہ کی پست ہمتی ہے، لیکن تم دیکھو گے کہ اہل دنیا اسی پر مہمٹ رہے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ جو دل اس قسم کی غناء کی محبت سے بھر پور اور اُس کے زوال سے پریشان ہو، اس سے بڑھ کر کوئی بھی شیطان کا پیارا اور اپنے رب تعالیٰ سے دُور تر نہیں۔

## سلف صالح کا قول

سلف صالحین میں سے کسی کا قول ہے کہ جب شیطان اور اُس کے لشکر آپس میں ملتے ہیں تو وہ سب بڑھ کر تین باتوں پر اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہیں: ایک یہ کہ کوئی مومن دوسرے مومن کو ناحق قتل کر ڈالے۔ دوسرے یہ کہ کسی کا خاتمہ کفر پر ہو (والعیاذ باللہ تعالیٰ) تیسرے یہ کہ کسی کے دل میں افلاس اور تنگدستی کا خوف موجود ہو۔

الغرض اس قسم کے غنا کا مقابلہ اور مابعد فقر و احتیاج ہے، اور وہ ان دونوں کے درمیان میں گھرا ہوا ہے۔ اس کی ناپائنداری کی مثال ایک اونگھ کی ہے جس کے بعد فوراً آدمی کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ اس لئے جو کوئی بھی اپنے نفس کا دشمن نہیں، اُسکو اس غنا پر مغرور نہیں ہونا چاہئے اور نہ ہی اس کو اپنا مطمح نظر ٹھہرائے۔ بلکہ اگر اس کو اس قسم کا غنا حاصل ہو تو وہ اس کو غنا اکبر اور غنائے عالی کا ذریعہ بنائے۔ اور اس کا درجہ خادم کا ہو نہ کہ مخدوم کا۔ آدمی کو چاہئے کہ اپنے نفس کو اس سے عزیز تر سمجھے کہ بغیر اپنے رب تعالیٰ کے اس کو کسی اور کا خادم اور غلام بنائے۔

## غنائے عالی

شیخ الاسلام انصاریؒ کا قول ہے کہ غنائے عالی کے تین درجے ہیں:

(۱) "غنائے قلب" ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اس کا قلب اسباب کے تعلق سے محفوظ ہو، علم کے آگے اُس کا تسلیم خم ہو، اور جھگڑوں سے آزاد ہو۔

(۲) "غنائے نفس" ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو امور پسندیدہ ہیں، اُن پر اس کو استقامت حاصل ہو، اور جن امور کو اللہ تعالیٰ مبغوض سمجھتا ہے، اُن کے ارتکاب سے سلامت رہے۔

(۳) درجہ غنا بالحق کا ہے جس کے تین مراتب ہیں: ایک یہ کہ تم کو یہ مشاہدہ حاصل ہو کہ وہ تم کو یاد فرمایا کرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کی اولیت کے مطالعہ میں ہمیشہ مستغرق رہو۔ تیسرے اس کے وجود کو سب سے بڑی کامیابی اور غنیمت سمجھنا۔

### ازالہ غلط فہمی

میں کہتا ہوں (علامہ ابن القیمؒ کہتے ہیں) صحیح حدیث میں ہے کہ مال کی کثرت غنا کا ثبوت نہیں، بلکہ غنا یہ ہے کہ نفس میں غنا پیدا ہو۔ اور جب نفس کو غنا حاصل ہو تو قلب کو بھی غنا حاصل ہوتا ہے (اس لئے غنائے نفس کا درجہ غنائے قلب پر مقدم ہونا چاہئے۔) لیکن شیخ الاسلامؒ نے غنا کی تقسیم میں جسکو غنائے قلب سے تعبیر فرمایا ہے، وہ درحقیقت غنائے قلب کی شرط ہے، کیونکہ قلب کا اسباب کے تعلق سے محفوظ ہونا، حکم کے آگے تسلیم خم کرنا اور جھگڑوں سے آزاد ہونا عین غنا نہیں ہے بلکہ اس کی شرط ہے۔ بالفاظ دیگر جھگڑوں کا وجود اور حکم کی عدم تسلیم غنا کے وجود سے مانع ہے، اور جھگڑوں سے آزاد ہونا اور حکم کے آگے تسلیم خم کرنا غنائے قلب کی دلیل ہے، لیکن عین غنا نہیں ہے، بلکہ غنائے قلب تیسرے درجہ سے حاصل ہوتا ہے، جس کا مفصل بیان آگے آئیگا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

### غنائے حقیقی

مختصراً یہ کہ غنا کو غنا اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کے پاس وہ چیز موجود ہے جس سے اسکا احتیاج دفع ہو سکتا ہے۔ تم جانتے ہو کہ سالک کے قلب میں ایک بہت بڑا فاقہ اور شدید ترین احتیاج ہے جس کا سوا اے اس کے اور کوئی علاج نہیں کہ اللہ تعالیٰ غنی حمید کی ذات مقدسہ اور اس کے وجود کے ساتھ

اسکو بے نیازی حاصل ہو، کیونکہ جس نے خدا کو پایا، اُس نے ہر ایک چیز پائی اور جو خدا سے جدا ہو گیا، اُس سے ہر ایک چیز فوت ہو گئی۔ جیسا کہ درحقیقت ایک اللہ تعالیٰ غنی مطلق ہے اور اس کے بغیر کوئی دوسرا نہیں جسکو حقیقی طور پر غنی کہا جاسکے۔ اسی طرح غنا بھی درحقیقت وہی ہے جو اسی کے ساتھ وابستگی پیدا کرنے سے حاصل ہو۔ اس کے بغیر غنا کا حاصل ہونا ناممکن ہے، کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستگی پیدا کر کے ماسوی اللہ سے بے نیاز نہ ہو جائے وہ ماسوی کے فوت ہونے پر اربان سے مر جائیگا۔ لیکن جس کو اُسی کے ساتھ تعلق پیدا کر کے بے نیازی حاصل ہوئی، وہ ہر ایک حسرت اور اربان سے آزاد ہو گیا۔ اور ہر ایک قسم کی خوشی سے وہ بہرہ ور ہو گا۔

### ایک توجیہ

شیخ الاسلام نے غنائے نفس پر غنائے قلب کے بیان کو اس لئے مقدم رکھا ہے کہ نفس کی تمام تر صلاحیت اسی میں ہے کہ وہ ہر ایک طرح سے استقلال حاصل کر کے اسکو غنا حاصل ہو جائے اور نفس کو اس وقت تک اطمینان کا درجہ حاصل نہیں ہو سکتا، جب تک قلب کو صلاحیت حاصل نہ ہو۔

## فصل

### غنائے نفس اور غنائے قلب

#### قلب کی بادشاہت

شیخ الاسلام کے کلام کی انہی مذکورہ بالا الفاظ میں توجیہ بیان کی گئی ہے لیکن یہ توجیہ تسلی بخش نہیں ہے۔ کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک کی صلاحیت ساتھ

ساتھ ہوتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ چونکہ قلب بادشاہ ہے اور اُس کی صلاحیت پر تمام رعیت (دیگر اعضا اور قوی) کی صلاحیت موقوف ہے۔ اس لئے اس کا بیان سب سے مقدم رکھنا مناسب تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”بیشک انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے کہ جب اس میں صلاحیت آجائے تو سارا جسم (اس کے اعضا، اور قوی) صلاحیت پذیر ہو جاتا ہے، لیکن اگر اس میں کوئی خرابی ہو تو سارے جسم میں خرابی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ وہ گوشت کا ٹکڑا ”قلب“ ہے۔“

جب قلب میں اس وجہ سے بے نیازی کی صفت پیدا ہو جاتی ہے کہ رب تعالیٰ اس کو اپنے جلیل القدر موالہ سے مالا مال کر دیتا ہے تو وہ بھی بحیثیت ایک بادشاہ کے اپنے امرا اور رعیت کو بقدر مناسب قسم قسم کی خلعتوں سے سرفراز کرنا شروع کرتا ہے۔ چنانچہ نفس کو سکون اور اطمینان اور رضا و تسلیم کی خلعت مل جاتی ہے جس کی بدولت وہ خدائے تعالیٰ کے حقوق اور فرائض کو خوشی سے بجالاتا ہے اور اُن کا بجالانا اُس کو ناگوار نہیں محسوس ہوتا۔

### نفس کی قوت غضبیہ

اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس حالت میں اُس کو قلب کے ساتھ ایک طرح کی مجانست پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے وہ اکثر امور میں اُس کے موافق رہتا ہے۔ اور اغلب اوقات میں اُن کی مراد ایک ہوتی ہے۔ وہی نفس جو پہلے اُس کا جانی دشمن تھا، اُس کا وزیر یا تدبیر بن جاتا ہے۔ پھر کچھ نہ پوچھو کہ اس میل جول اور موافقت و مساعدت سے کیا کیا خوشگوار (اور شاندار) نتائج ظاہر ہوتے ہیں۔ ایسے شخص کا باطن سکون اور طمانیت کا گھر ہو جاتا ہے۔ اور اس کو ایک ایسی پاکیزہ خوشی کی زندگی نصیب ہوتی ہے جس کو اہل جنت کی زندگی



کا نمونہ کہہ سکتے ہیں۔ بایں ہمہ نفس کے اندر یکایک مخالفت پر آمادہ ہو جانے اور باہمی لڑائی کیلئے اسکی قوت غضبہ کی چنگاریاں بھڑک اٹھنے کی استعداد باقی رہتی ہے اور اگر قلب اُس کو مغلوب نہ بنائے رکھے تو بہت ممکن ہے کہ اُس کی یہ پوشیدہ استعداد بروئے کار آکر ایک ہنگامہ برپا کر دے۔ اس لئے جب تک جسم میں جان باقی ہے اپنے ظاہر اور باطن کی سخت نگرانی رکھنا فرض عین ہے کہ اس میں کوئی تغیر پیدا نہ ہو۔

### تہذیب نفس اور اعضاء و جوارح

اسی خلعت بخشی گئے سلسلہ میں اعضاء و جوارح پر خشوع اور وقار کے آثار نمودار ہوتے ہیں۔ چہرہ پر سہیت اور نور برستا ہے۔ زبان پر صدق اور سچائی آجاتی ہے اور اُس کا کلام نافع اور پر حکمت ہوتا ہے۔ آنکھ ہر ایک چیز کو عبرت کی نگاہ سے دیکھنے لگ جاتی ہے اور محرمات کو دیکھنا ترک کر دیتی ہے۔ کان نصیحت اور دیگر مفید اقوال کو سُننے سے دریغ نہیں کرتے۔ ہاتھ اور پاؤں نہایت تنہی کے ساتھ اعمال صالحہ بجالاتے ہیں، اور اُس کی شرمگاہ عفت اور محفوظیت کے زیور سے آراستہ ہوتی ہے۔ انسان ان تمام خلعتوں سے سرفراز ہو کر چلتا پھرتا اور پاکیزہ عیش کی زندگی بسر کرتا ہے۔

### خلاصہ کلام

الغرض نفس کا غنا و غنا و قلب کی فرع اور اُس کا نتیجہ ہے۔ اور غنائے قلب کے معنی یہ ہیں کہ وہ خالص عبودیت کے ساتھ کماحقہ موصوف ہو جائے اور یہی اُس کے حق میں ایک عظیم ترین خلعت ہے، جس کے ہوتے ہوئے یہ ضروری ہے کہ معرفت خاصہ اور محبت پاکیزہ و خالص بطور ثمرہ اس سے ظہور میں آئیں۔ نیز صفات مقدسہ کے آثار اور اُن کے متعلقہ احکام اور عبودیات مخصوصہ جن سب کا قیام ذات مقدسہ کے ساتھ ہے، اُس کیلئے نقدِ وقت ہوتے ہیں۔ یہ ایک ایسا امر ہے جس کی شرح

اور بیان کیلئے کئی جلدیں ناکافی ہیں۔ بلکہ انسان کو جو حصہ باعتبار علم اور ارادہ کے اس سے ملتا ہے اس کی مثال دریا اور قطرہ کی ہے۔ فرمایا :

اللَّهُ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَاءَلَتْ أَوْدِيَّتُهُ بِقَدَرِهِ ۖ	اللہ تعالیٰ ہی نے آسمان سے بارش اتاری اور اپنی اپنی گنجائش کے موافق اسکی بدولت ندیاں بہ نکلیں
(۱۲ : ۱۷)	

### نتائج غنائے قلب

جب قلب کو اس قسم کا غناء حاصل ہو جاتا ہے جو اس کے فقر کا نتیجہ ہے تو نفس کو بھی اس کے مناسب حال غناء کا درجہ حاصل ہوتا ہے، اور اس کی وہ برودت زائل ہو جاتی ہے جس نے اس میں سُستی، پہلو تھی اور پست ہمتی کے ذمیم اوصاف پیدا کر دیئے تھے۔ بلکہ اس میں ایک نئی قسم کی حرارت کا ظہور ہوتا ہے جو اس کو اپنے رب تعالیٰ کے اوامر کو مستعدی کے ساتھ انجام دینے پر آمادہ کرتی ہے اور اس میں رفیق اعلیٰ کی طلب کا ولولہ جوش زن ہوتا ہے اور اس کی برودت ایک اور رنگ میں ظہور کرتی ہے۔ یعنی شہوات نفسانی اور حظوظ دنیاوی اور رعونت اور خود پسندی کے لوازم کی طرف وہ مائل اور راغب ہونے سے اور اس بارے میں مستعدی کا اظہار کرنے سے ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ نیز اس کی بیہوشی کا فور ہو جاتی ہے جس کے نتیجہ کے طور پر وہ نرم ہو کر اس میں نیکی کی تحریکات اور ادا امر اللہ کو جلدی قبول کرنے کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ حسب قاعدہ جب تک اس

۱۷ یہ آیت بطور استشہاد کے ذکر کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ایک بحر محیط کی مانند ہے جس سے ہر ایک کو بقدر اسکی استعداد نظری کے اس سے حصہ ملتا ہے۔ محقق مفسرین کا قول ہے کہ آیت کریمہ میں بطور تمثیل ہی مراد ہے۔ علامہ ابن القیم نے کسی دوست کے مقام پر اس کی بسط اور مفصل تفصیل فرمائی ہے۔ (مترجم)

میں یوست موجود ہے، اس کے افعال میں سستی ہوتی ہے اور وہ مشکل سے کسی اثر کو قبول کرتا ہے۔ لیکن جب اسکی برودت کی بجائے اس میں حرارت پیدا ہو جائے اور اُس کی یوست رطوبت سے مبدل ہو جائے اور اُس کی آبکاری اُس آبیات سے کی جائے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قلوب صافیہ پر نازل فرما کر ان کو اس کا چشمہ اور ذخیرہ قرار دیا۔ جس سے کہ وقتاً فوقتاً اپنے اپنے استعداد کے موافق ان کے سچے تابعین کے قلوب پر اس کا فیضان ہوتا رہتا ہے، تو ایسی حالت میں وہ زمام محبت سے اپنے مولائے حق کی طرف کھینچا چلا جاتا ہے۔ اُس کے حقوق اور فرائض کی بجا آوری میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا ہے اور اُس کے ادا کر کے سرگرمی کے ساتھ تعمیل کرتا ہے۔ یہ آیت اُس کے حسب حال ہوتی ہے کہ:

(اللہ تعالیٰ کی طرف سے خطاب ہوتا ہے کہ)	يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ادْجِیْ
اے نفس! جسکو طمانیت حاصل ہو چکی ہے، ایسی	إِلَىٰ رَبِّكَ رَا حَنِیَّةً مُّرْضِیَّةً۔
حالت میں اپنے رب تعالیٰ کی طرف رجوع کر دو کہ تم	(۲۸: ۲۷)
اُس سے راضی ہو اور وہ تم سے راضی ہے۔	

# فصل

## غنائے عالی کا پہلا درجہ

### پہلی شرط

اب ہم پھر شیخ الاسلام انصاریؒ کے کلام کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں ”پہلا درجہ یہ ہے کہ قلب اسباب کے تعلق سے محفوظ ہو۔ اس کی تشریح

یہ ہے کہ وہ اسباب کا محتاج نہ ہو، اسباب پر اس کی نظر اور اُس کا بھروسہ نہ ہو، اور وہ اُن کی طرف میلان نہ کرے۔ کیونکہ جس کا اعتماد سبب پر ہے اُسکو ہم غنی نہیں کہہ سکتے۔ اُس پر غنی کا اطلاق صرف اُس حالت میں ہوگا کہ وہ مسبب الاسباب کے ساتھ وابستگی پیدا کر کے اسباب کے تعلق سے اپنے آپ کو آزاد کر دے۔ کیونکہ اُس کو اپنے رب تعالیٰ مسبب الاسباب کی رحمت اور حکمت اور حسن تدبیر و تدبیر کا علم اور اُس پر اعتماد ہوتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کی تدبیر کے ساتھ بی نیازی حاصل کرتا ہے۔

### دوسری شرط

ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اُس خدا کے عزوجل کے آگے تسلیم خم کر دے جس کی رحمت و حکمت اور حسن تدبیر کا اُس کو علم حاصل ہو چکا ہے، کیونکہ اگر کسی کو اس کی حسن تدبیر کا علم حاصل ہو بھی جائے اور اس کو اُس کے ساتھ استغناء بھی حاصل ہو، تب بھی اُس کا یہ استغناء اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے آگے بلا چوں و چرا تسلیم خم نہ کرے۔ کیونکہ کسی ایک حکم کو چھوڑ کر دوسرے حکم کو اُس پر ترجیح دینا اسباب کی دلیل ہے کہ اس میں اختیار اور انتخاب کی رعایت باقی ہے۔ اور اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس چیز کا محتاج ہے جس کو وہ اپنی پسند سے اختیار اور انتخاب کرنا چاہتا ہے اور جو شخص کسی ایسی چیز کی طرف محتاج ہو جو اللہ تعالیٰ کی مراد نہیں ہے اُس کے حق میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ اُس نے اللہ تعالیٰ کی تدبیر کے ساتھ بی نیازی حاصل کی۔ اُس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اُس کے حسن تدبیر پر اطلاع حاصل کرے اور اُس کے حکم (اور اُسکی مراد) کے ساتھ کسی قسم کی منازعت نہ کرے۔ بلکہ بغیر چون و چرا کے اُس کے آگے تسلیم خم کر دے۔

## تیسری شرط

لیکن اس درجہ کی تکمیل کے لئے ایک اور شرط بھی ہے، اور وہ یہ ہے کہ جب اُس نے اللہ تعالیٰ کے احکام اور اُس کی مرادات کے ساتھ جھگڑنا چھوڑ دیا تو اس کے بعد وہ لوگوں کے ساتھ بھی منازعت اور مخالفت چھوڑ دے۔ کیونکہ لوگوں کے ساتھ منشت و گریباں ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اپنے آپ کو خطوط عاجلہ و دنیاویہ کا محتاج سمجھتا ہے اور اس لئے ان کی بابت جھگڑنا ضروری خیال کرتا ہے۔ لیکن جو شخص خطِ عاجلہ و دنیاویہ میں سے کسی بات کی احتیاج رکھتا ہے، جس کی موجودگی اُس کے لئے فوٹشی کا باعث ہوتی ہے اور اُس کا ہاتھ سے نکل جاتا اُس پر شاق آتا اور ناگوار آگرتا ہے، اور وہ اسکو یہاں تک اہم سمجھتا ہے کہ لوگوں کے ساتھ اسکے متعلق جھگڑنے تک سے احتراز نہیں کرتا تو سمجھ لو کہ وہ غنی نہیں ہے جب تک کہ لوگ اُس کے جھگڑوں سے نامون اور مصئون نہ ہوں۔ اور وہ اپنی تمام باتوں کو اپنے رب قیوم کے تفویض نہ کر دے جو اُس کی تدبیروں کا متولی ہے۔

## پہلے درجہ کا حصول

البتہ جب یہ تینوں شرطیں موجود ہوں یعنی یہ کہ :

(۱) اُس کا قلب اسباب کے تعلق سے محفوظ ہو۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے احکام کو بلا چون و چرا تسلیم کرے۔ اور

(۳) خطوطِ عاجلہ میں لوگوں کے ساتھ جھگڑا کرے نہ سے آزاد ہو

تو وہ اس قابل ہے کہ اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اپنے مولائے پاک کی تدبیر کے ساتھ بے نیاز ہو۔ نئے کا درجہ حاصل کر چکا ہے، اُس نے اپنا ہر ایک امر اس کے تفریض کیا ہو اسے۔ اور اُس کا دل کسی دوسرے کا محتاج نہیں۔ وہ اُس کے کسی حکم کو بھی ناگوار نہیں محسوس کرتا، اور جب تک رب تعالیٰ کے حقوق مزاحم نہ ہوں

وہ اُس کے بندوں کے ساتھ مُنازعت نہیں کرتا، اُس کا لڑنا جھگڑنا سب اللہ تعالیٰ کیلئے ہوتا ہے اور اُس کے محاکمہ کا مرجع وہی ہوتا ہے۔

توکل علی اللہ

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد کی دعائے استفتاح میں یہ الفاظ زبان مبارک پر لاتے تھے: اللّٰهُمَّ لَكَ اسَلِمْتُ وَبِكَ اَمْنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَالِيكَ اَنْبَتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَالِيكَ حَاكَمْتُ۔ (ترجمہ: بارخدا یا میں تیرا ہی مُنقاد ہوا اور تجھی پر ایمان لایا، تجھی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور تیری ہی طرف رجوع کیا ہے۔ میں نے تیری توفیق اور اعانت سے جھگڑا کیا اور تیری ہی طرف محاکمے کیلئے رجوع ہوا۔)

الغرض اُس کا جھگڑنا صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہوتا ہے اور اُس کے اپنے خطوط اور ہوائے نفس کا اُس میں کچھ دخل نہیں ہوتا۔ اس کا محاکمہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنا جھگڑا اللہ تعالیٰ کے حکم اور اُسکی شرع کو روبرو پیش کرتا ہے، کسی دوسرے کے پیش نہیں کرتا، کیونکہ جو شخص اپنے لئے جھگڑتا ہے وہ ہواؤ ہوس کا تابع ہے اور اپنے نفس کے لئے انتقام لینا چاہتا ہے۔

کمالِ عبودیت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول صحیحین میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنے نفس کیلئے انتقام نہیں لیا۔ اسی کو کمالِ عبودیت کہتے ہیں۔ جو شخص بوقت محاکمہ کے اپنے خصم کو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کے بغیر کسی اور طرف سے جاتا ہے تو سمجھ لو کہ اُس کا محاکمہ طاغوت کی طرف ہے جس کے منکر ہونے کا (ہر ایک مسلمان کو) حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

يُؤَيِّدُونَ أَنْ يَتَّخِذَ كُفْرًا إِلَىٰ | وہ چاہتے ہیں کہ اپنا مرافعہ طاغوت کے پاس

الطَّاعُونَ وَقَدْ أَمَرُوا أَنْ يَكْفُرُوا  
بِهِ، وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ  
ضَلَالًا لَا يَبْعِيدُهَا - (۴ : ۶۰)

لے جائیں، بالیکہ ان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ہیں  
کے منکر ہوں۔ اور شیطان تو یہی چاہتا ہے  
کہ ان کو دور کی گمراہی میں ڈال دے۔

کوئی شخص طاعت کا منکر نہیں ہو سکتا، جہتک اُس کا یہ عقیدہ نہ ہو کہ  
إِنَّ الْحُكْمَ لِلَّهِ۔ (بیشک حکم اللہ تعالیٰ کے لئے ہے) جو ایک حتمیت  
نفس الامر یہ ہے (اور جن کو قرآن کریم میں بار بار تمہارے سامنے پیش  
کیا گیا ہے۔)

## فصل احکام کی قسمیں

### دو قسمیں

یہاں پر ایک نکتہ یاد رکھنا چاہئے اور وہ یہ ہے کہ حکم کی دو قسمیں ہیں:  
ایک حکم شریعی ہے اور دوسرا کوئی اور قدری ہے جس کا ذکر شیخ علیہ الرحمۃ  
نے منازل السائرین میں لکرایا ہے جس کی بنا پر کتاب مذکور کے شراح نے اسکی  
شرح لکھی ہے، وہی مؤخر الذکر قسم کا حکم ہے۔ اس صورت میں اُس کی کسی قدر  
تفصیل ضروری ہے۔ کیونکہ جس ترکِ منازعت کا انہوں نے اپنے کلام میں ذکر  
فرمایا ہے، اُس کو "مطلق" (اور غام) سمجھنا مامور نہیں ہے، اور نہ ہی (عموم کے  
ساتھ) انسان کیلئے قابلِ عمل ہے۔

تین قسمیں: حقیقت یہ ہے کہ حکم کی (ابن قیم کے نزدیک) تین قسمیں ہیں: ایک



حکم شرعی دینی ہے۔ اس قسم کے حکم کو بغیر جون و چرا قبول کرنا لازم ہو اور اس میں کچھ بھی منازعت نہیں کرنا چاہئے۔ یہی عبودیت محض کا مقتضار ہے۔ اس کے مقابلے میں کسی قسم کا ذوق اور وجدان (جس پر اہل تصوف کو بڑا ناز ہے) کوئی سیاسی مصلحت یا کسی (بڑے سے بڑے) آدمی کی تقلید یا قیاس غیر پرکاش کی بھی وقعت نہیں رکھتا۔ اور اس کی مخالفت کسی حالت میں بھی نہیں کی جاسکتی۔ بلکہ محض انقیاد اور تسلیم کے ساتھ اس کے پیش آنا چاہئے۔

### مزید انقیاد

جب اس قسم کے حکم کو یعنی شرعی اور دینی حکم کو اقرار اور تصدیق کے ساتھ قبول کر لیا جاتا ہے تو انقیاد اور تسلیم کا ایک اور مرحلہ باقی رہ جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ باعتبار ارادہ، تنقید اور عمل کے بھی اس کو قبول کرے، یعنی اس کے دل میں کوئی ایسی خواہش ہرگز نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تنفیذ میں کچھ بھی مزاحم ہو سکے۔ جیسا کہ اقرار اور تصدیق کا کمال اسی میں ہے کہ کوئی شبہ اس کے ایمان میں محفل نہ ہو۔

### قلب سلیم کی حقیقت

قلب سلیم کی یہی حقیقت ہے کہ حق کو ماننے کے لئے کوئی شبہ اس کے حق میں سدراہ نہ ہو، اور امر کی تنفیذ اور تعمیل میں کوئی شہوت اور خواہش مزاحمت نہ کرے وہ اپنے حظوظ انسانی سے متمتع نہ ہو، جیسا کہ اس سے پہلے شہوت پرست لوگ متمتع ہوئے تھے، اور نہ ہی وہ باطل میں خوض کرے، جس طرح وہ لوگ اس فتنہ میں مبتلا ہوئے جو شہوات کی پیروی کرتے تھے۔ اس کی عیش اور تمتع اسی میں ہو کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر کی تعمیل کرے، اور خوض کی بجائے وہ حق کی معرفت کو دولت عظمیٰ سمجھتا ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مطمئن ہو اور اس کی معرفت اور محبت میں شہر ہو۔ اس کا علم اس کے ادا مرتکب محدود ہو اور اس کا ارادہ اس کی مرضی

اور خوشنودی کے تابع ہو۔ الغرض حکم دینی اور شرعی کا یہی حکم ہے جو مذکور ہوا۔

### دوسری قسم: حکم کوئی

دوسرا حکم کوئی اور مستدری وہ ہے جس میں انسان کے کسب اختیار اور ارادہ کو بھی دخل ہو۔ اب جو حکم اس کے حق میں مقدر ہوا ہے، اگر وہ اس کے نزدیک مستحوط اور منجوز ہے تو ایسے حکم کو ہر ایک ممکن طریقے سے اپنی سہ پر چھٹانا، اور دفع کرنا لازم ہے، اور رضا و تسلیم کے ساتھ یقیناً ایسے حکم کے پیش نہیں آنا چاہئے، بلکہ اس کے مقابلے میں دوسرے حکم کوئی اور قدری سے توسل کرنا چاہئے۔

### قول شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

بالفاظ دیگر حق کو حق کے ساتھ حق کیلئے دفع کرے، چنانچہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ جو اپنے عہد کے شیخ العارفین تھے، فرماتے ہیں: "لوگ جب قضاء و قدر (کے تھیلٹر) میں داخل ہوتے ہیں تو خاموشی اختیار کرتے ہیں، لیکن مسکرت قلب میں ایک روشنی القادری گئی ہے اور میں حق کو حق کے ساتھ حق کے لئے دفع کرتا ہوں۔ اور عارف وہی ہے جو تقدیر کے ساتھ جھگڑا کرے، وہ نہیں جو اپنے آپ کو اس کے موافق کر دے۔" ع



عہ تفصیل آئندہ فصل میں ہے۔

# فصل

## تقدیر کو تقدیر سے دفع کرنا

### پہلی مثال

اگر تم شیخ جیلانیؒ کا کلام نہیں سمجھ سکتے تو اُس واقعہ کو یاد کرو جو صبح میں مذکور ہے کہ جب خلیفہ ثانی حضرت عمر بن الخطابؓ طاعون سے بچنے کے لئے سفر کا ارادہ چھوڑ کر واپس ہونے لگے تو بعض اجلہ صحابہ نے اعتراضاً عرض کیا کہ آپ ﷺ خدا تعالیٰ کی تقدیر سے بھاگتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ”بیشک ہم خدا کی تقدیر سے بھاگ کر اُسی کی تقدیر کی پناہ لیتے ہیں۔“

جبکہ اس عالم میں بغیر اس کے بقا نہیں اور کوئی مصلحت بغیر اس پر عمل کرنے کے انجام نہیں پاتی تو پھر کون ہے جو اس پر حکمت کلام کا انکار کرے؟ کیونکہ جب انسان کو بھوک پیاس یا شدت سرما کی تکلیف پیش آتی ہے جو ایک امر مقدر ہے تو وہ انقیاد اور تسلیم کو چھوڑ کر ایک دوسری تقدیر کے ذریعہ اس کا مقابلہ کرتا ہے، یعنی کھاتا پیتا اور گرم کپڑے پہن لیتا ہے۔ بالفاظ دیگر اس نے تقدیر کو تقدیر سے دفع کیا۔

### دوسری مثال

اسی طرح جب اُس کے گھر میں آتشزدگی واقع ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر کا نتیجہ ہوتا ہے تو کیوں وہ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھا نہیں رہتا بلکہ دوڑ دھوپ میں مشغول ہو کر فوراً بندیہ پانی وغیرہ اس کے بجھانے کا سامان فراہم کرتا ہے۔

اس لئے نہ کہ تقدیر کو تقدیر سے ہٹاتا ہے ؛ لیکن اس آگ بھانے کی کوشش سے وہ تقدیر کا منکر نہیں سمجھا جاتا ۔

### تیسری مثال

اسی طرح جب آدمی اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے بیمار ہوتا ہے تو ایک اور تقدیر کی پناہ لئے کرا و دیہ کا استعمال کرتا ہے ۔

### شرع اور قدر کا مقتضاء

الغرض اس قسم کے حکم کو فی اور قدری کو ہر ایک ممکن طریقہ سے دفع کرنا انسان پر لازم ہے ، اور اگر وہ اس مدافعا نہ تگ و دو میں کامیاب نہ ہو تو پھر بھی ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ نہ رہے ، بلکہ اس کے آثار اور نتائج کو ان اسباب اور وسائل کے ذریعہ دفع کرے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے دفع کے لئے مقرر فرمائے ہیں ۔ اور تقدیر کو تقدیر کے ذریعہ ہٹانے کی کوشش کو ترک نہ کرے ۔ اسی بات کا اس کو حکم دیا گیا ہے اور یہی شرع اور قدر کا مقتضاء ہے ۔

### غلط فہمی کا ازالہ

لیکن جس شخص کی بصیرت اس قدر روشن نہیں کہ وہ اس مسئلہ کی حقیقت کو دریا کر سکے تو وہ شرع اور تقدیر دونوں میں سے کسی ایک کے مقتضاء کو نظر انداز کرنے پر مجبور ہوگا ۔ خواہ اس کا یہ ارادہ ہو یا نہ ہو ۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ انسان اپنے خطوطِ نفس ، دنیاوی مصالح اور امورِ معاش میں تو اسی اصول پر عمل پیرا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو اُسی کی تقدیر سے دفع کرنا چاہئے ۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے حقوق اور اُس کے اوامرِ دینیہ میں کوئی ایسی صورت پیش آتی ہے تو پھر یہ سچا اصول اُس کے صفحہ دل سے محو ہو جاتا ہے ۔ یقیناً یہ عبودیت سے دستبردار ہونے کے مرادف ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذاتِ مقدسہ اور اس کی صفاتِ علیا

اور اُس کے متعلق علم کی کم مائیگی کو ظاہر کرتا ہے۔

### چوتھی مثال

فرض کرو کہ کوئی دشمن اسلام مسلمانوں کا قصد کرے تو اُس کا ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے، لیکن ہر ایک مسلمان پر اُسکی مدافعت بذریعہ جہاد بالنفس اور اور جہاد بالمال کے واجب ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین عمل ہے۔ تقدیر کو تقدیر کے ذریعہ دفع کرنے کی یہ ایک مثال ہے۔ اور ایسے موقعہ پر اول الذکر تقدیر کے سامنے تسلیم خم کرنا اور مؤخر الذکر تقدیر سے اس کے ہٹانے کی کوئی کوشش کرنا یقیناً مقتضائے عبودیت کے خلاف ہے (یہ ایک بہت بڑا گناہ ہے) البتہ مدافعت میں پوری کوشش صرف کر چکنے کے بعد بھی اگر وہ کامیاب نہ ہو اور معاملہ ہاتھ سے نکل جائے تو پھر یہ صورت حکم کی تیسری قسم میں داخل سمجھی جائیگی، جس کی تفصیل آگے آئیگی۔

## فصل حکم کی تیسری قسم

### تقدیر مبہم

حکم کی تیسری قسم وہ قدری اور کوئی حکم ہے جس میں آدمی کے اختیار کو کچھ دخل نہ ہو۔ اور اُس کے دفع کرنے میں اُسکا کچھ بس نہ چلے، اور اس سے بچنے کیلئے کوئی حیلہ اور تدبیر کارگر نہ ہو۔ اس قسم کے حکم کو انقیاد اور تسلیم کے ساتھ قبول کرنا چاہئے اور اس کے آگے تسلیم خم کرنے میں کسی قسم کی منازعت

نہ کرے۔ بلکہ اپنے آپ کو مُردہ بدست زندہ خیال کرے۔ جیسا کہ کوئی شخص کشتی یا جہاز میں سوار ہو، اور اس کے پاش پاش ہو جانے سے وہ سمندر کی موجوں کا کھلونا بن جائے، کیونکہ وہ تیرنا مطلق نہیں جانتا۔ ایسی حالتوں میں بجز انقیاد اور تسلیم کے چارہ نہیں۔

### لوازم انقیاد

اس موقع پر انقیاد اور تسلیم کے علاوہ اور بھی کچھ عبودیتیں ہیں، جن کا التزام ضروری ہے۔ اس قسم کے حکم کے مقدر کئے جانے میں تقدیر کنندہ کا عزیز اور غالب ہونا مشاہدہ کرے، اور یہ کہ اُس کا یہ حکم ضرور کسی حکمت (غامضہ) پر مبنی ہوگا اور یہ کہ وہ عین عدل اور انصاف ہے۔ جو کچھ مصیبت اُس کو پہنچی ہے وہ برکنے والی نہیں تھی۔ اور جس سے وہ محفوظ رہا، ممکن نہیں کہ وہ اُس کو پہنچتی یا پہنچائی جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ مخلوقات کی پیدائش سے پہلے مقدر کر رکھا ہے اور جو کچھ انسان کو اس کی زندگی میں پیش آنے والا ہے، وہ قضا سے لکھا جا چکا ہے۔ اس لئے جس کسی نے تسلیم اور رضامندی اختیار کی، اُس کی جزا اُس کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی ملیگی۔ لیکن جس نے اس پر ناراضگی کی، اللہ تعالیٰ اُس سے ناراض ہوا۔

### تقدیر میں حکمت الہی

الغرض اس بات کا یقین کرے کہ تقدیر نے جو کچھ بھی اُس کے حق میں مقدر کیا ہے اُسکی بنا، حکمت پر ہے جو اللہ تعالیٰ کے اسم پاک حکیم کا مقتضار ہے اور جس کسی کو بھی اُس نے اس تقدیر کا مورد بنایا ہے، وہی اُس کے نزول کیلئے صحیح اور مناسب محل ہو سکتا ہے۔ اور نیز یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کا عدل اور انصاف

ہے (إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ) (۴۰ . ۴۱)

الحاصل اس کے ہر ایک فعل کو اس کے اسماءِ حسنیٰ اور صفاتِ علیا، کا مقتضاء سمجھے۔ اور اگرچہ وہ ایک ایسا فعل ہے جس کے کرنے سے انسان مذمت اور ملامت کا مستوجب ہوتا ہے، لیکن جبھی اس کو اللہ تعالیٰ کی صفاتِ علیا اور اُس کے اسماءِ حسنیٰ کے مقتضاء سے منسوب کیا جائے، وہ فعل مدوح خیال کیا جائیگا اور اُس کے مقدر کرنے پر رب تعالیٰ حمد و ثنا کا مستحق ہوگا۔ جیسا کہ وہ اپنے تمام افعال اور اوامر میں علی وجہ الکمال حمد و ثنا کا مستحق ہے۔ اور انسان کا مستوجب مذمت و ملامت ہونا اس کے اپنے جہل، ظلم اور نقصان ذاتی کا نتیجہ ہے۔ بالفاظِ دیگر اس قسم کی تقدیر میں انسان اور اُس کے رب تعالیٰ پر الگ الگ اوصاف کا اطلاق ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ کیلئے حمد اور ثنا اور تفضل اور احسان ہے اور بندہ کیلئے مذمت اور ملامت اور سزا کا استحقاق ہے۔

### قرآنی تفصیلات

اس مقام پر چار آیتیں قرآن کریم کی انسان کی پوری پوری تسلیٰ مہر دیتی ہیں۔ پہلی آیت یہ کہ :

<p>جو کچھ تم کو بھلائی پہنچتی ہو وہ بیشک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو کچھ تم کو بُرائی پہنچتی ہو وہ یقیناً خود تمہارے نفس کی شامت ہو۔</p>	<p>مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ۔ (۴۹ : ۲)</p>
--	--

دوسری آیت یہ کہ :

<p>کیا جب تم کو ایک ایسی مصیبت پہنچی جس سے دو چند مصیبت تم اپنے دشمن کو پہنچی چکے تھو تو تم کہنے لگو۔ ہیں! یہ کہاں سے؟ کہ وہ یہ تمہارے اپنی نفوس کی شامت اعمال کا نتیجہ</p>	<p>أَوَلَمْ نَأْصَابِكُمْ مِصْرِبَةً قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَهَا قُلْتُمْ أَلَا هَذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ (۱۶۴ : ۳)</p>
---	--



و۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

تیسری آیت یہ ہے :

وَمَا آصَا بِكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ  
(۴۲ : ۳۰)

تم کو جو مصیبت بھی پہنچتی ہو، وہ تمہارے اپنے عمل کا نتیجہ ہے اور بہت گناہوں کو اللہ تعالیٰ معاف بھی کر دیتا ہے۔

چوتھی آیت یہ کہ :

وَاِنَّا اِذَا آاٰذَ قَنَّا الْاِنْسَانَ مِمَّا رَحِمْنَا  
فَرُحْ بِهَا وَانْ تُصِيبَهُ مِحْرَسِيَّةٌ  
بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ  
كَفُوْرٌ۔  
(۴۲ : ۴۸)

اور بیشک جب ہم انسان کو اپنی رحمت سے بہرہ ور فرماتے ہیں تو وہ اس پر نازاں ہوتا ہو لیکن اگر ان کو اپنے شامت اعمال کے نتیجہ کی طور پر کوئی برائی پہنچ جائے تو بیشک انسان بڑا ناشکر گزار ہے۔

جو کوئی ان آیتوں کو باعتبار علم اور معرفت کے حکم کی اس تیسری قسم پر منطبق کرے اور اپنے ارادہ اور عزم اور توبہ و استغفار کو اس کے مطابق بنائے، تو کچھ شک نہیں کہ اُس نے حکم کی تیسری قسم میں اللہ تعالیٰ کی عبودیت کا حق ادا کیا۔ تم سمجھ سکتے ہو کہ یہ انقیاد و تسلیم سے زائد ایک اور چیز ہے۔

والله المستعان وعليه التكلان ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم۔

# فصل

## استقامت فی الدین

### شروط

غنائے نفس کی تعریف میں شیخ الاسلام انصاریؒ نے جس استقامت کا ذکر کیا ہے، اُس سے مراد دینی امور پر استقامت ہے جن کو اللہ تعالیٰ محبوب اور پسندیدہ جانتا ہے، اور اُن امور سے پرہیز کرنا ہے جو اُس کے نزدیک مبغوض اور ناپسندیدہ ہیں۔ شرط یہ ہے کہ یہ استقامت خالص اللہ تعالیٰ کے احکام دینیہ کے احترام اُس کی خوشنودی کی طلب اور اُس کے عذاب کے خوف کے خیال سے ہو۔ یہ نہیں کہ اُس کی غرض کسی مخلوق کی تعظیم یا اُس کی مدح حاصل کرنا ہو، یا کسی مخلوق کی مذمت کو پہنچنے کا خیال مد نظر ہو، یا لوگوں میں ہر دلہریزی حاصل کرنا اُس کو مطلوب ہو۔ ان خیالات کا ملحوظ رکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بُعد رکھتا ہے اور مخلوق کی جستیا ج میں منہمک ہے۔ لیکن جس کا نفس ان خیالات سے محفوظ ہو، اور اول الذکر صفات سے موصوف ہو، تو یہ اُس کے غناء کا ثبوت ہے، کیونکہ اُس نے اللہ تعالیٰ کے اوامر کیلئے اپنی خوشی اور محبت کے ساتھ اپنی گردن جھکا دی ہے اور اپنے ایمان کے تحت اُصا اور طلبِ ثواب کی خاطر اُس نے انقیاد اور اطاعت کو اختیار کیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنی لذت، راحت اور سرور اس بات میں خیال کریگا کہ لوازمِ عبودیت کے ساتھ قیام کرے۔

## فضیلت نماز

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے ”بلال! (نماز کی اذان کہہ کر) نماز کے ذریعہ ہمارے لئے راحت کا سامان بہم پہنچاؤ۔“ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ”تمہاری دنیا کی زندگی میں مجھے تین چیزیں محبوب ہیں: ایک عورتیں۔ دو سری خوشبو۔ تیسرے یہ کہ میری خنکی چشم نمازیں ہے۔“

نماز کیوں خنکی چشم کا موجب ہے؟

تم سمجھ سکتے ہو کہ ”خنکی چشم“ کا لفظ محبوب ہونے سے بڑھ کر ہے، بالفاظ دیگر آپ نے عورتوں اور خوشبو کو مطلق محبوب کہا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بتایا کہ آپ کی خنکی چشم جس سے دل کو راحت اور اطمینان حاصل ہوتا ہے، اور اُسکی خالص اور مسترت نماز ہی میں ہے، جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے بندہ کے درمیان ذریعہ ارتباط ہے اور جس سے انسان کو اُس کی بارگاہِ کبریا میں شرفِ حضوری، اُسکے ساتھ بلا واسطہ مناجات اور اس کا غایتِ قرب حاصل ہوتا ہے۔ کیا ایک محبت صادق کیلئے اس سے بڑھ کر کوئی چیز خنکی چشم کا موجب ہو سکتی ہے؟ اور جب نفس کو یہ مقام حاصل ہو جائے تو پھر کونسا فقر و احتیاج ہے جس کا خوف باقی رہتا ہے؟ اور کونسا درجہ غنا، کا اس سے فوت ہوا ہے جس کے حصول پر اسکو اپنی توجہ مبذول کرنا پڑے؟

نفس کب مطمئن ہوتا ہے؟

یاد رکھو کہ نفس کو یہ درجہ اُس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا، جب تک اُس کی طبیعت، قلب کے ساتھ ہم جنس نہ ہو جائے اسوقت اسکی صفت، لوازم سے بدل کر مطمئن ہو جاتی ہے، جس سے اُس کی طبیعت میں ایک انقلاب واقع ہوتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نور دل میں جلوہ گر ہو کر اس کو استغنا بخشتا ہے، جس کا اثر اُسکے کان،

آنکھ، ہڈیوں، گوشت و پوست، خون، بشرے اور بالوں تک میں سرایت کر جاتا ہے۔ اور یہ نور جہاتِ ستہ سے اُس کو گھیر لیتا ہے۔ چنانچہ آگے پیچھے، دائیں بائیں اور اوپر نیچے نور ہی نور ہوتا ہے۔ اس کی ذات نور بن جاتی ہے، اور اُس کا عمل اور اس کا قول اور اُس کا مدخل اور مخرج سراسر نور ہوتا ہے، اور جب یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے تو نفس میں ایک استغناء کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اُن شہوات کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی ممنوعہ حدود سے تجاوز کرنے پر آمادہ کرتی ہیں، اور نہ ہی وہ اللہ تعالیٰ کے مامور بہ احکام کے ساتھ تساہل کا برتاؤ کرتا ہے، کیونکہ دونوں باتیں (ممنوعہ حدود کو توڑنا اور مامور بہ احکام کی بجا آوری میں سستی کرنا) لازم ملزوم ہیں۔

### نماز، بیحیائی اور بُرائی کیوں مانع ہے؟

اوامر کا ترک انسان میں شہوت پرستی کا مادہ بڑھاتا ہے، اور جتنا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اوامر بجالانے میں مستعدی عمل میں لائے گا، اتنی ہی شہوت پرستی اُس سے دُور رہے گی۔ چنانچہ کلامِ پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ۔ (۲۹ : ۴۵)

بیشک نماز کی پابندی انسان کو بیحیائی کے کاموں اور بُرے اعمال سے روکتی ہے۔

دوسری جگہ آیا ہے:

لَا تَدْعُ إِلَىٰ طُغْيَانٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ۔ (۲۲ : ۲۸)

بیشک اللہ تعالیٰ مومنوں کی حمایت کرتا ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ کسی ایسے آدمی کو پسند نہیں فرماتا جو نجات کرنے والا نہ ہو۔

یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی یہ حمایت آدمی کی قوتِ ایمانیہ کے کم و بیش ہونے

کے مطابق ہوتی ہے۔

## استقامت کب حاصل ہوتی ہے؟

جب نفس آزاد اور پاکیزہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے غنا، سے غنی اور مطمئن ہو جاتا ہے، اور جو نور اللہ تعالیٰ نے قلب پر فائز فرمایا، اُسکی شعاعوں سے نفس بھی منور ہو جاتا ہے تو اُس حالت میں وہ اوامر کی بجا آوری اور نواہی کو اجتناب پر ثابت قدمی اور استقامت اختیار کرتا ہے اور ریاکاری کی علت سر بری ہو جاتا ہے۔ اور یاد رکھو کہ تمام تردد اور مدارِ ظاہر اور باطن کی استقامت پر ہے، اور اسی لئے بعض اہل تحقیق کہتے ہیں کہ تمام دین اور شریعت کا خلاصہ ان دو لفظوں میں ہے کہ:

فَاسْتَقِمُّ كَمَا أُمِرْتَ -

(۱۱۲ : ۱۱)

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے :

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ - (۱۳ : ۴۶)

بیشک جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہمارا رب تو اللہ ہی ہے اور پھر انہوں نے اس پر استقامت اختیار کی تو ان پر نہ تو خوف طاری ہوگا اور نہ غمگین ہونگا۔

# فصل ۹

## غنا و عالی کا تیسرا درجہ

حصول کا پہلا زینہ

استقامت فی الدین انسان کو غنا کے تیسرے درجہ تک پہنچا دیتی ہے یعنی

یہ کہ انسان تمام ماسوی اللہ سے بے نیاز ہو کر محض اللہ تعالیٰ کے ساتھ غنی ہو جانا ہے، اور یہ غنا کا اعلیٰ ترین مقام ہے۔ اس کا پہلا زینہ یہ ہے کہ تم پریشاں نہ رہو، غالب ہو کہ تمہاری یاد سے بھی پیشتر اللہ تعالیٰ نے اپنی فضل اور عنایت سے تم کو یاد فرمایا ہے۔ ابھی تم نے عالم شہادت میں قدم بھی نہیں رکھا تھا (تم پیدا بھی نہیں ہوؤ تھے) چہ جائیکہ تم نے اُس کی عبادت کی ہو، یا اُس کی یاد میں مشغول رہے ہو، ایسے وقت میں اُس نے تم کو اور دیگر تمام مخلوقات کو اپنی رحمت کاملہ سے یاد فرمایا۔ چنانچہ تم کو (احسن تقویم میں) پیدا کیا اور تمہارے لئے رزق مقدر کیا اور دیگر انواع و اقسام کی نعمتیں تم پر فائز فرمائیں۔ یہ سب کچھ اُس وقت کیا جبکہ تمہارا وجود بھی نہیں تھا۔ اس کے بعد تم کو اسلام کی دولت عظمیٰ سے بہرہ ور فرما کر تم کو اپنی مزید انعام و اکرام کا اہل بنا دیا۔ اگر وہ خود تم کو اپنے فضل و احسان کی یاد نہ فرماتا تو تمہارے لئے ممکن نہیں تھا کہ ان جلیل القدر نعمتوں اور ان اعلیٰ مراتب سے تم سرفراز ہوتے۔ تم خود غور کرو کہ وہ کون ہے جس نے تم کو ایسی حالت میں بیدار ہونے کی توفیق بخشی، جبکہ دو سکر خواب غفلت میں مدہوش پڑے ہوتے ہیں؟ وہ کون ہے جس نے تمہارے دل میں یہ القاء کیا کہ تم سچی عزیمت کے ساتھ تائب ہو جاؤ، چنانچہ اُس نے تمہارے دل میں توبہ کی علادت پیدا کی، جو تمہارے حق میں ایک خوشگوار لذت کا موجب بن گئی۔ وہ کون ہو جس نے تمہارے دل کو اُس کی محبت سے معمور کیا اور تمام غیر اللہ کے تعلق اور وابستگی سے اس کو دور کیا؟ طویل وحشت کے بعد تم کو اپنے قریبے مانوس فرمایا۔ اور پہلے خود اُس نے تم سے قریب ہونا شروع کیا، جس کا ثمرہ یہ ہوا کہ تم بھی اُس کے تقرب کے خواہاں ہو گئے۔ جسکے بعد اُس نے تم کو اپنے سے اور قریب تر بنایا۔ گویا تمہارا ایک تقرب اُس کے دو تقربوں سے گھرا ہوا ہے۔ اسی طرح تمہارے ذکر اور تمہاری محبت پر اس کے دو گونہ

ذکر اور محبت نے احاطہ کیا ہوا ہو۔ اگر وہ تم کو ابتداءً یاد نہ فرماتا تو تمہارے دل میں اُس کی پاک محبت اور معرفت و توحید کا ایک ذرہ پیدا نہ ہوتا اور نہ تمہارے دل میں اُس کے خوف و رجا کو جگہ ملتی۔ اسی طرح تم اسی پر توکل کرنے، اُسکی طرف انابت اختیار کرنے اور اُس کا قرب ڈھونڈنے کی توفیق سے محروم رہتے۔ یہ سب اُسی کے ذکر سابق کے آثار اور نتائج ہیں۔

## فصل

### اللہ تعالیٰ کے انعام و احسان کا تصور

#### غناء کا عالی پایہ مقام

یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تم پر ہمیشہ لگاتار نازل ہوتی رہتی ہیں اور اُن کی گنتی تمہارے سانس لینے کی گنتی کے برابر بلکہ اس سے بھی زائد ہے۔ کیونکہ ایک ایک لمحے میں وہ تم پر متعدد نعمتیں فائض فرماتا ہے۔ (وَإِنْ تَعَدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ الَّتِي تَحْصُوهَا) اُس نے اُن تمام نعمتوں کے ساتھ تم کو تمہاری پیدائش سے پہلے یاد فرمایا، جن کی بدولت تم نے اسکو پہچانا اور تمہارے دل میں اُسکی محبت پیدا ہوئی۔ باوجودیکہ وہ تم سے بے نیاز اور غنی مطلق ہے، اس لئے یہ اس کا بڑا پُرا احسان، فضل اور جود و کرم ہے۔ کیونکہ وہ کسی طرح تمہارا محتاج نہیں اور اُس کا جود اور احسان کسی احسان سابق کا معاوضہ نہیں اور نہ ہی وہ تم سے کسی جزا کی توقع رکھتا ہے۔ اس لئے جب تم کو اُس کی طرف سے کوئی ادنیٰ نعمت بھی پہنچے تو تم جان لو کہ اُس نے تم کو اپنے فضل و کرم اور احسان کے ساتھ یاد فرمایا ہے اور اس لئے



اُس نعمت کی پوری پوری قدر کرو۔ کیونکہ جس نے تم کو اپنے احسان سے یاد کیا، سمجھ لو کہ اُس نے تمہاری قدر کی ہے (اور اس لئے تم بھی اس کے احسان اور اُسکی نعمت کی قدر کرو) چہ جائیکہ وہ احسان ابتداءً ہو، اور طرہ یہ کہ وہ بہر کیف تم سے بے نیاز ہو۔ جب آدمی پر یہ مشاہدہ غالب ہو جاتا ہے اور وہ اُس کے قلب کے اطراف و جوانب کو گھیر لیتا ہے تو ماسوی اللہ کی یاد اُس کے مرتفع قلب سے مٹ جاتی ہے اور اس کے دل میں ایک ایسا عالی پایہ غنا حاصل ہو جاتا ہے جس کی نظیر صفحہ ہستی پر موجود نہیں۔

### تمشیل بندہ نوازی

چنانچہ ایک مملوک غلام جس کا آقا اُس کو کسی وقت نہیں بھولتا اور برابر اُس کو اپنے احسانات سے سرفراز کرتا رہتا ہے۔ جب وہ اس بات کا اپنے دل میں احساس کرتا ہے تو وہ اُس میں (اپنے دل میں) ایک عجیب انداز کا غنا اور بے نیازی محسوس کرتا ہے جس کی خوشی انعام و اکرام سے بھی زائد ہوتی ہے جو اس کو اپنے محسن آقا کی طرف سے حاصل ہوا ہے۔

### بندہ نوازی کی دوسری مثال

(اللہ تعالیٰ کا اپنے بندہ کو یاد کرنا دو طرح پر ہے:) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بروایت صحیحہ ایک حدیث قدسی منقول ہے: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو شخص مجھ کو اپنے دل میں یاد کرتا ہے میں بھی اس کو اسی طرح یاد کرتا ہوں، اور جو شخص کسی مجلس میں میری یاد کرتا ہے میں اُس کو اسکی مجلس سے اعلیٰ تر مجلس میں یاد کرتا ہوں“ جس یاد کرنے کا اللہ تعالیٰ نے اس حدیث قدسی میں ذکر فرمایا ہے۔ وہی دوسری یاد ہے جو بندہ کے ذکر کرنے کا نتیجہ ہے اور اسکے بعد ہوتی ہے۔ لیکن جس کا بیان ہم نے سطور بالا میں کیا ہے اس سے مراد ذکر سابق ہے۔ اور

بندہ کی یاد ان دونوں سے گھری ہوئی ہے، جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔ اب جو شخص اللہ تعالیٰ کی ان دونوں قسم کی یاد کا احساس کرتا ہے تو اُس کو وہ خوشی حاصل ہوتی ہے جو اُس انعام و اکرام سے بھی زائد ہے جو اُس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوا ہے۔

### ذکر کے موضوع پر ایک مفید کتاب

ہم نے (علامہ ابن القیمؒ فرماتے ہیں) ذکر کے فوائد میں ایک کتاب بنام ”الکلم الطیب العمل الصالح“ تصنیف کی ہے جس میں ذکر کے تقریباً سو فوائد بیان کئے ہیں۔ یہ ایک نہایت مفید کتاب ہے اور اس تمام مبحث کا خلاصہ اور اور ما حاصل یہ ہے کہ جب آدمی اپنے رب تعالیٰ کے ذکر سابق اور لاحق کا احساس کرتا ہے تو اُس کے قلب میں ایک بے نیازی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے جو اُس کے تمام احتیاجات کو رفع کر دیتی ہے۔ برخلاف اُس کے جس نے اللہ تعالیٰ کو فراموش کر دیا، اللہ تعالیٰ بھی اس کو نظر رحمت سے بھلا دیتا ہے اور وہ ہر ایک قسم کی احتیاج میں مبتلا ہوتا ہے، اور جس چیز کو وہ اپنی زعم باطل میں غنا سمجھے ہوئے ہے، وہی درحقیقت اُس کا عظیم ترین افلاس ہے۔

# فصل

## توحید شہودی

### غفار باللہ کا دوسرا زینہ

غفار باللہ کے مقام کا دوسرا زینہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اولیت کا دوامی شہود حاصل ہو، جو ارباب سلوک کے نزدیک پہلا سلوک کی نسبت اعلیٰ اور اکمل ہے۔

اس لئے اس شہود کے حصول کے بعد جو غناء حاصل ہوتا ہے وہ بھی کامل تر ہوتا ہے کیونکہ پہلا غناء درحقیقت مبادی میں سے ہے اور بیشک جب انسان کے قلب پر اس کی اولیت کا شہود غلبہ پاتا ہے تو اس کو محسوس ہوتا ہے کہ پیشتر اس سے کہ وہ اپنی مخلوق کو پیدا کرے جس نے اُسکی تحمید اور تحجیر کی اور اُسکی عبادت کو اپنا شعار بنایا اس سے بہت پہلے وہ اپنے اسماء حسنیٰ اور صفات علیا کے ساتھ موجود تھا۔ کیونکہ جس کے لئے غناء اور حمد اس کے لوازم ذات میں سے ہیں وہ ہر حالت میں معبود اور محمود ہے (چاہے کوئی اُسکی عبادت کرے یا نہ کرے اور کوئی اس کی حمد و ثناء میں مشغول ہو یا نہ ہو) تمام کائنات کے ذرہ ذرہ کا قیام اور بقا شخصی و نوعی اُسی کے ساتھ ہے (اس لئے وہ قیوم ہے) بادشاہی کا مالک وہی ہے اور ازل سے ابد تک ہر ایک قسم کی حمد و ثناء کا وہی مستحق ہے۔ اُس کی صفات جلال اور نعوت کماں اُس کی ذات مقدسہ کی طرح ازلی اور ابدی ہیں۔ سوائے اُس کے ہر ایک چیز بینی ذات اور صفات کے وجود اور بقا میں اُسی کی محتاج ہے۔ لیکن وہ اپنی ذات اور صفات میں بوجہ من الوجہ کسی کا ذرہ بھی احتیاج نہیں رکھتا۔

### توحید شہودی کی پہلی قسم

جب انسان پر اللہ تعالیٰ کی اولیت کے دوامی شہود کا مشاہدہ غالب آ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اولیت ہر وقت اُس کے قلب میں جلوہ گر رہتی ہے تو اس شہود اور تجلی کی بدولت سوائے واحد حق کے تمام محذات (وہ تمام اشیاء جن کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور جو پہلے نیست تھیں) اُس کی نظر سے اوجھل ہو جاتی ہیں۔ اُس کے شہود میں ممکنات کا وجود غائب ہو کر ایک ذات مقدسہ کا وجود باقی رہ جاتا ہے۔ وہ تمام ممکنات اور محذات کو ازلی اور دائمی وجود

کے مقابلہ میں سبچ دیکھتا ہے اور انکی مثال اُس کے نزدیک ایک سایہ کی ہوتی ہے جس کو اُس کا پھیلانے والا اپنے حسب ارادہ کم زیادہ کر سکتا ہے اور کرتا رہتا ہے۔ اس جلیل القدر شہود کی وجہ سے آدمی کو وہ بے نیازی حاصل ہوتی ہے جس سے اُس کا ہر ایک قسم کا فاقہ اور احتیاج دور ہو جاتا ہے۔ (اسی کا نام توحید شہودی کی پہلی قسم ہے)۔

### توحید شہودی کی دوسری قسم

ارباب سلوک کے نزدیک پہلے شہود کے مقابلہ میں توحید شہودی کی دوسری قسم اس لئے اعلیٰ اور افضل ہے کہ پہلے شہود میں واحد حق کے ماسوا تمام چیزیں اگرچہ اُسکی نظر سے غائب ہو جاتی ہیں، لیکن اس کا اپنا وجود فی الجملہ اُسکی نظر سے غائب نہیں ہوتا، بلکہ اُس کا شائبہ باقی رہتا ہے، لیکن اس دوسرے شہود میں واحد حق کے ماسوا تمام چیزیں اس کے اولیت کے مشاہدہ میں بالکل مضحل اور فنا ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ اس کے بغیر ان سب کی اولیت کچھ بھی نہیں، عدم محض ہو۔ اس لئے واحد حق کی اولیت ان کو فنا کر دیتی ہے، اور چونکہ انسان خود بھی انہی اشیاء کا ایک فرد ہے، لہذا اس کا اپنا وجود بھی اس مؤثر الذکر شہود میں عدم محض ہو جاتا ہے۔ اور اگرچہ اسکی ذات باعتبار مشاء الیہ ہونے کو باقی رہتی ہے، لیکن جب ہی اسکو ذات مقدس کی اولیت سے منسوب کر کے دیکھا جاتا ہے تو اس کا معدوم محض ہونا صاف نظر آ جاتا ہے۔ اس کے شہود میں فقط ایک واحد حق جلوہ گر ہوتا ہے، جس کے لہذا ولایت اور بقائے دوام لوازم ذات میں سے ہے۔ اور اس کا یہ مشاہدہ حقیقتہً بنفس الامر یہ کے عین مطابق ہے، کیونکہ تمام ماسوی (جبکہ الحق القیوم سے ان کی نسبت منقطع فرض کر لی جائے) معدوم محض اور باطل ہے اور ایک اللہ تعالیٰ ہی کا وجود ہے جس کو حقاً موجود کہا جاسکتا ہے۔

## توحید کی دو قسموں میں فرق

اس مؤثر الذکر شہود کی بدولت جو غنا حاصل ہوتا ہے، وہ اس غنا سے کامل تر اور افضل ہے جو پہلے شہود کے طفیل سے ظہور میں آتا ہے۔ لیکن سادہ ہی یاد رکھو کہ غنا کا حصول اولیت کے مشابہہ کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے تمام صفات کاملہ کی یہ خاصیت ہے کہ قلب میں اس کی معرفت جلوہ گر ہونے کی بدولت انسان کو غنا اور بے نیازی حاصل ہوتی ہے اور جس قدر یہ معرفت زیادہ ہوگی اور اس کے بموجب عبودیت کے حقوق بجالانے میں آدمی زیادہ سرگرم ہوگا، اتنا ہی اس کا استغناء کم اور اکمل ہوگا۔

## شہود فوقیت

ایک شخص کو یہ شہود حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق پر علو اور فوقیت حاصل ہے اور جس طرح کہ خود اس نے اپنی مخلوق پر برتری ہے، اس کا استقرار عرش عظیم پر ہے۔ اس شہود اور معرفت حاصل ہونے کے بعد وہ اس کے مطابق عبودیت اختیار کرے، اس کے دل میں ایک صمد بے نیاز کا تصور قائم ہو، جس کے آئینہ مناجات کیلئے اپنا سرِ نیسا زجھکا کر ایک ایسے دلیل غلام کی طرح کھڑا ہوا کرے جو کسی صاحبِ عظمت بادشاہ کے سامنے کھڑا ہو، اور پھر اس کو یہ احساس ہو کہ اس کے اقوال اور اعمال دوسرے خاصانِ خدا کے اقوال اور اعمال میں شامل ہو کر اسی کی طرف (اسی صمد بے نیاز کی طرف) صعود کرتے اور اس کے سامنے پیش ہوتے ہیں۔ اس احساس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کو شرم آئیگی کہ اس کی طرف سے بارگاہِ کبریا کو ایسے اقوال اور اعمال صعود کریں جو اس کے حق میں ذلت اور فضیلت کا موجب ہوں۔

## شہود تصرفات الہی

اس شہود کا ایک شعبہ یہ ہے کہ وہ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بدوقت

اسکی تدبیر اور تصرف کے احکام اقطارِ عالم میں نازل ہوتے رہتے ہیں، مثلاً کسی کا مارنا اور کسی کا جلانا، کسی کو بادشاہی کے تخت پر مسند نشین کرنا اور کسی کو اس سے معزول فرمانا، کسی کا مرتبہ بلند کرنا اور کسی کو نیچے پھینک کر قعرِ مذلت میں گرا کر کسی کو نعمتوں سے مالا مال کرنا اور کسی کو اُن سے محروم رکھنا، کسی پر بلا اور مصیبت مسلط کرنا اور کسی سے اُس کا دفع کرنا، زمانہ کو مختلف ادوار میں گردش دینا اور انواع و اقسام کے انقلابات کا ظہور میں لانا، کسی کو فتح بخشنا اور کسی کو شکست نصیب کرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ تصرفات ہیں جس میں کسی دوسرے کو کچھ بھی دخل نہیں، صرف اُسی کا ارادہ اور اُسی کی مشیت نافذ رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمایا:

<p>وہی آسمان سے لیکر زمین تک ہر ایک امر کی تدبیر فرماتا ہے اور پھر وہ انتظام (یا اُسکی اطلاع) ایک ایسے دن میں اسکی طرف صوبہ کرتی ہے جو تمہاری گنتی کے مطابق ایک ہزار سال کے برابر ہے۔</p>	<p>يَذِيُرُ الْأُمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ شَقًّا يَعْرِجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ تَحْتًا تَعْدُونَ (۵ : ۳۲)</p>
---	--

اب جس شخص کو یہ معرفت اور عبودیت حاصل ہو، سمجھ لو کہ وہ بے نیاز ہو گیا۔

### شہودِ علمِ محیط

اسی طرح کسی کو اللہ تعالیٰ کے علمِ محیط کا شہود حاصل ہوتا ہے اور اُس کے قلب پر یہ معرفت غلبہ کر لیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم تمام کائنات کے ظاہر اور باطن پر محیط ہے۔ آسمانوں میں اور زمین میں ایک چھوٹے سے چھوٹے ذرہ کا حال اُس سے پوشیدہ نہیں سمندر کی تہ میں اور پہاڑوں کے پیٹ میں چھپی ہوئی چیزوں کو وہ جانتا ہے اور ہر ایک چیز کی بابت اُس کو علم تفصیلی ہے۔

اس کے بعد وہ اس شہود کے مطابق عبودیت اختیار کرتا ہے اور اپنے خواطر، ارادت، عزائم اور نیت کی سخت نگرانی رکھتا ہے کہ ان میں کوئی ایسا خطرہ، ارادہ یا عزیمت اور نیت نہ ہو جس کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔ کیونکہ انسان کی اندرونی کیفیات اور اس کے سینہ کے مستور حالات اس کے نزدیک غلطی کا حکم رکھتے ہیں۔

### صفت "سمع" کا شہود

اسی طرح ایک شہود یہ ہے کہ انسان کے قلب پر اللہ تعالیٰ کی صفت "سمع" کی معرفت غالب ہو جائے، اور وہ یہ محسوس کرے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ہر ایک بند کی آواز سنتا ہے، چاہے وہ آہستہ بولے یا زور سے کچھ کہے۔ کسی ایک کی آواز دوسرے کی آواز سننے میں اس کے لئے مزاحم نہیں ہو سکتی، اور آوازوں کی کثرت اور اختلاط اس کے حق میں خطا اور غلط کا موجب نہیں ہے۔ یہ سب مختلف آوازیں اس کے نزدیک ایک ہی آواز کی مانند ہیں، جیسا کہ تمام مخلوق کا پیدا کرنا اور دوبارہ زندہ کرنا اس کے نزدیک ایسا ہے جیسا کہ ایک انسان کا پیدا کرنا اور اس کو مار کر جلانا ہوتا ہے۔

### اسم پاک "بصیر" کا شہود

اسی طرح ایک شہود اسم پاک "بصیر" کے معنوں کا ہے جس کا مفہوم اس طرح واضح کیا جاسکتا ہے کہ وہ رات کے گھپ اندھیروں میں کالی چٹان پر چیونٹی کی چال کو دیکھ لیتا ہے اور ایک ننھی سی چیونٹی کی پیدائش کی تفصیلات یعنی اس کی رگوں، پٹھوں اور اس کے لحمی ریشوں پر اس کی نظر عادی ہے جب مجھ جیسی ننھی مخلوق کالی بھینٹ رات میں اپنے بازو پھیلاتا ہے تو وہ اس کی بینائی سے مجھ سے محجوب نہیں رہتا۔ اس شہود کی متعلقہ عبودیت یہ ہے



کہ انسان اپنی حرکات و سکنات کی سخت نگرانی رکھے، اور ہر وقت یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ اُس کو ہر حالت میں دیکھتا ہے اور وہ کبھی اُس کی نظر سے اوجھل نہیں ہو سکتا۔ (اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اُس کے تمام حرکات و سکنات اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لہو ہونگے)۔

### قیومیت کا شہود جامع

ایک تیسرا شہود "قیومیت" کا ہے جس کا مفہوم تمام صفات افعال کا جامع ہے، جس کا مختص یہ ہے کہ وہ قائم بذات خود ہے (اپنے وجود اور بقا میں کسی کا محتاج نہیں) اور دوسری تمام چیزیں اُس کی ذات سے قائم ہیں۔ ان سب کا مروتی اور مدبر وہی ہے اور سب چیزیں اُس کے تصرف کی مقہور ہیں محسن کو اُس کے احسان کی وہی جزا دیتا ہے، اور بُروں کو سزا دینے والا بھی وہی ہے۔ اُس کی کمال قیومیت کی ایک یہ بھی دلیل ہے کہ اُس کو اونگھ اور نیند نہیں آتی، اور نہ ہی اونگھ اور نیند اُس کے مناسب حال ہو سکتی ہو۔ تراژوڈی عدالت کو ہاتھ میں لئے ہوئے اُس کو بلند اور پست کرتا رہتا ہے (یہ ایک صحیح حدیث کا اقتباس ہے، اور اس فقرے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی کو تو بلند مراتب پر فائز فرماتا ہے اور کسی کو تعزیر مذلت میں گراتا ہے، لیکن کچھ حکمت نامہ مضامین پر مبنی ہوتا ہے اور عدل و انصاف کے مقتضائے عین مطابق ہوتا ہے) دن رات کے اعمال اُسی کی طرف اٹھائے جاتے ہیں اور وہ کبھی غلطی نہیں کرتا اور نہ کسی چیز کو بھولتا ہے۔



# فصل ۱۲

## توحید الوہیت

### مشہد الوہیت

اللہ تعالیٰ کا یہ شہودِ قیومیت عارفین کے نزدیک اعلیٰ ترین مقامات میں سے ہے اور اسی کو مشہدِ ربوبیت سے تعبیر کیا جاتا ہے، لیکن اس سے بھی ایک اعلیٰ تر مشہد ہے جس کو مشہدِ الوہیت کہنا زیبا ہوگا۔ پیغمبروں اور اُن کے خلفاء تابعین کا یہی مشہد ہے۔ اور اس کا مضمون ان دو لفظوں میں سمایا ہوا ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ یعنی یہ کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے ماسوا کی ربوبیت بطل اسی طرح کوئی دوسرا خدا بھی نہیں ہے جو لوازم الوہیت کے ساتھ موصوف ہو۔ کسی دوسرے کے آگے نماز پڑھنا اور سجدہ کرنا جائز نہیں، اور کوئی دوسرا انتہائی محبت کا مستحق نہیں جس کے ساتھ پرے درجہ کی عاجزی اور ذلت بھی شامل ہو۔ ایک وہی ہے جو اپنے اسماء و صفات اور افعال میں کامل ہے۔ اور درحقیقت وہی اس قابل ہے کہ اُس کے احکام کو تسلیم کیا جائے اور اُسکی اطاعت فرض ہو، اُس کے ماسوا کوئی بھی نہیں جو عبودیت کا مستحق ہو۔ اور تمام ماسوا کی محبت اور عبودیت سراسر باطل اور سرتج گمراہی ہے جس کی وجہ سے اُس کا عمل میں لانے والا عذاب میں مبتلا ہوگا۔ ہر ایک غنا جو اُس کی طرف سے نہیں جو وہ بین فقر ہے۔ اور ہر ایک عزت جو کسی دوسرے کی بدولت حاصل ہو، ذلت ہے۔

## استحقاق عبودیت

الغرض جس طرح یہ ناممکن ہے کہ مخلوقات کیلئے اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی دوسرا نافع اور رب ہو، اسی طرح یہ بھی منجملہ محالات کے ہے کہ مخلوقات کے لئے کوئی دوسرا خدا ہو جو ان کی عبودیت کا مستحق ہو۔ تمام لوگوں کی رغبت کی انتہا اور ان کی توجہات کا قہر وہی ایک خدا ہونا چاہئے جس کے ساتھ کسی دوسرے خدا کا ہونا ناممکن ہے کیونکہ حقیقی خدا کے لئے ضروری ہے کہ وہ صمد بے نیاز اور اپنے اسماء و صفات میں کامل ہو، ہر ایک چیز اس کی محتاج ہو اور وہ کسی کا بھی محتاج نہ ہو، وہ خود قائم بالذات ہو لیکن دوسری تمام اشیاء کے وجود اور بقا کا قیام اس کے ساتھ ہو، اور یہ ناممکن ہے کہ دو ایسے خدا موجود ہوں جو ان صفات سے موصوف ہوں۔ کیونکہ اگر دو ایسے خداؤں کا وجود فرض کیا جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ عالم میں غظیم ترین فساد اور اختلال رونما ہوگا۔ جیسا کہ یہ محال ہے کہ کسی ایک فعل کو انجام دینے کے لئے دو مساوی درجہ کے فاعل جمع ہوں جن میں سے ہر ایک مستقل فاعل ہو، کیونکہ ہر ایک کا علی وجہ الکمال مستقل فاعل ہونا دوسرے کے علی وجہ الکمال مستقل فاعل ہونے کے منافی ہوگا۔ اسی طرح ایک مستقل خدائے معبود کا ہونا دوسرے کی الوہیت کا مانع ہے۔ (لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا۔ (۲۱: ۲۲) ترجمہ: اگر آسمان اور زمین میں دو خدائے معبود ہوں تو ضرور ان کا نظام درہم برہم ہو جائے)

### ایک زبردست فطری دلیل

توحید ربوبیت ایک زبردست دلیل ہے جس سے توحید الوہیت ثابت ہوتی ہے اور چونکہ یہ ایک نہایت صحیح دلیل ہے جس کو عقل سلیم اور فطرت صحیحہ فوراً قبول کر لیتی ہے اور نیز یہ کہ اکثر مشرکین توحید ربوبیت کے قائل ہیں اس لئے

قرآن کریم میں اکثر یہی دلیل استعمال کی گئی ہے۔ زمانہ جاہلیت کی بُت پرست قوتوں میں اس بات کا اعتراف کرتی تھیں کہ ارض و سما کا خالق اور رب ایک ہے۔ یا وجود اس کے وہ کہتے تھے :

أَجْعَلِ الْآلِهَةَ إِلَهًا وَاحِدًا۔ | کیا اُس نے تمام خداؤں اور معبودوں کو ایک کر ڈالا۔ (غضب کیا) (۵: ۳۸)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے اس اعتراف پر کہ زمین و آسمان کا خالق اور متصرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، توحید الوہیت کا قائل کیا۔ اور ان کو اپنا یہ اعتراف جو ان کی فطرت میں مرکوز تھا، بار بار یاد دلایا۔ اور یہ کہ اگر وہ غفل سلیم اور فطرت کی طرف رجوع کریں تو ان کے سامنے روزِ روشن کی طرح یہ حقیقت جلوہ گر ہوگی کہ جو ان کا خالق اور رازق ہے، وہی ان کا معبود اور لوازم الوہیت کا مستحق ہے۔

### مُخْفَاء کا مشہد خصوصی

مُخْفَاء کا مشہد یہی ہے اور یہی اُن پر غالب رہتا ہے جو تمام اسماء و صفات کا جامع ہے، اور اگرچہ ہر ایک بندہ بقدر اپنی معرفت کے اسماءِ حسنیٰ اور صفاتِ علیا کے معانی اور حقائق سے بہرہ ور ہو سکتا ہے۔ لیکن اللہ کا اسم پاک جو الوہیت پر براہِ راست دلالت کرتا ہے، بالواسطہ تمام اسماءِ حسنیٰ کے مفہوم کو اپنے مفہوم میں لئے ہوئے ہو۔ (کیونکہ وہ تمام صفاتِ علیا جن پر مختلف اسمائے پاک دلالت کرتے ہیں، لوازم الوہیت میں سے ہیں) اور اسی لئے تمام اسماءِ حسنیٰ اس اسم پاک کی طرف (جو سب کا جامع ہے) مضاف ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ہم کہہ سکتے ہیں کہ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ یا "الْحَزِينُ الْغَفَّارُ" اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہو۔ لیکن بالعکس یہ نہیں کہہ سکتے کہ "اللہ رحمان رحیم کا نام ہے۔" بلکہ قرآن

پاک میں ارشاد ہے :

وَاللّٰهُ اَوْلٰى سَمًاوَحُجْرًا فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ  
 اللہ تعالیٰ کے نہایت اچھے نام ہیں اور تم اُسکو  
 انہیں اسماء حسنی سے پکارا کرو۔ (۱۸۰ : ۷)

### ایک جامع اور حاوی مشہد

الغرض توحید الوہیت کا مشہد ایک ایسا مشہد ہے جس کے ضمن میں تمام دوسرے  
 شہود داخل ہیں۔ کیونکہ ہر ایک دوسرا شہود اُس کی کسی صفت کا شہود ہوگا جو اُس  
 کی الوہیت کو لازم میں سے ہے۔ اور جس کے قلب میں توحید الوہیت کا شہود  
 سما جائے اور وہ اُس کی متعلقہ عبودیت کے حقوق اور وظائف میں کسی قسم کی  
 کوتاہی نہ کرے۔ یعنی کمال محبت کے ساتھ اُس کی انتہائی تعظیم بجالائے۔ جس  
 میں اپنی ذلت کو انتہا تک پہنچا دے تو اس حالت میں اس کو بے نیازی کا وہ  
 درجہ حاصل ہوتا ہے جس کے بعد غناء کا اور کوئی درجہ نہیں۔ اور یہی وہ عالی پایہ  
 غناء ہے جس کی طرف انہی فضول کی ابتدا میں اشارہ کیا گیا تھا اور جس کے آگے  
 تمام دنیا جہاں کی بادشاہتیں اور مراتب سامیہ پہنچ ہیں۔

## فصل ۱۳

### غناء عالی کے تیسرے درجہ کا حصول

#### تیسرے درجہ کی افضلیت

غناء کا تیسرا درجہ جس کا شیخ الاسلامؒ نے اپنے کلام میں ذکر کیا ہے اسب سے  
 اعلیٰ درجہ ہے۔ کیونکہ پہلا اور دوسرا درجہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور اُسکی جانب توجہ کرنی

کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ سچی توجہ کی برکت سے صفاتِ مقدسہ کے انوارِ دل پُر فائض ہوتے ہیں جس سے قلب کو غناء حاصل ہوتا ہے۔ نیز انسان کے قلب پر ایک نورِ فائض ہو کر اس میں اس بات کا احساس پیدا کر دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنا بندہ کے لئے کفیل اور اُس کی تمام ضروریات کو پورا کرنے والا ہے، وہ نہایت ہی اچھا وکیل اور کارساز ہے اور اُس کی خبر گیری اور تدبیر سب سے بہتر اور افضل ہے۔ اس احساس کی بدولت نفس کو غناء حاصل ہوتا ہے۔ لیکن غناء کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ آدمی کو غناء بالحق حاصل ہو۔

### تجلی ذات

تم جانتے ہو کہ جب سالک صفات کے آثار کو چھوڑ کر اور اُس سے ترقی کر کے آثارِ ذات تک رسائی حاصل کرتا ہے، تب اس کو واحد حق کے ساتھ بے نیازی کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ مکاشفہ عین الیقین کا نتیجہ ہے جبکہ آفتابِ توحید کے طلوع ہونے کے آثار نمودار ہونے لگتے ہیں۔ لیکن یاد رکھو کہ یہ اس کی ابتداء ہے۔ اس کا درجہ کمال یہ ہے کہ آفتاب مذکور طلوع ہو کر وجودِ فانی کے گہر کو مضحل کر دے اور وجودِ باقی کی جھلک صاف طور پر دکھائی دے۔ بالفاظِ دیگر اُس کے قلب پر ایک خاص نورِ فائض ہوتا ہے جس کے طفیل ذاتِ پاک کی عظمت اُس کے سامنے جلوہ گر ہوتی ہے۔ (غالباً صوفیہ کرام کی اصطلاح میں اسی حالت کا نام تجلی ذات ہے) جیسا کہ اس سے پیشتر پہلے اور دوسرے درجہ میں صفاتِ علیا کی عظمت کا اس کو مکاشفہ ہوا تھا۔

### انوارِ ذات کا پیر تو

جبکہ صفاتِ ذات اور صفاتِ افعال کے آثار قلب اور نفس کے غناء کا موجب ہوتے ہیں، تو اب تم خود اندازہ لگا لو کہ جب قادرِ قیوم ذو الجلالِ الاکرام

کی انوار ذات کسی کی روح پر اپنا پیر تو ڈال دیں تو اُس کو کونسا درجہ غنا رکھا  
حاصل ہوگا؟ اس بے نیازی کا صحیح تصور دلانے سے الفاظ قاصر ہیں، اور  
عبارت میں اس کی شرح نہیں کی جاسکتی۔ صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ ایک فقیر  
اور سراپا نیاز بندہ عزیز رحیم خدا کے ساتھ بے نیازی حاصل کر لیتا ہے جو  
زائل ہونے والی نہیں، جس کی لذت آرزو اور خیال سے بالاتر ہے۔ (سچ  
ہے)

گدا لے مصطبہ ام لیکتِ مستی میں کہ ناز برفلک و حکم برستارہ کخم  
(حافظ شیرازی)

### حصول کا ذریعہ

تمہیں چاہئے کہ اس مقام تک پہنچنے میں کوتاہی نہ کرو اور اپنے آپ کو اس  
کے حاصل کرنے سے عاجز مت خیال کرو، صریح طلب اور سچی عزیمت کی  
دیر ہے۔ جو کوئی آزاد منش ہے اور اپنے نفس کی قدر و قیمت پہچانتا ہو جس  
کی حمیت یہ گوارا نہیں کرتی کہ وہ اپنے آپ کو سستا فروخت کرے، اس کے  
لئے ان مراتب عالیہ کا حاصل کرنا دشوار نہیں۔

### انسان کی پیدائش کا مقصد

کتب سابقہ میں ہے: اے آدم کے بیٹے! میں نے تم کو اپنے لئے (اپنی  
معرفت اور عبادت کیلئے) پیدا کیا ہے، اس لئے اپنا وقت عزیز کھیل کود میں  
نہ گنواؤ۔ تمہارے لئے روزی پہنچانے کا میں ذمہ دار ہوں۔ اپنے آپ کو  
تکلیف میں نہ ڈالو۔ میری طلب کرو، مجھے پاؤ گے۔ اور جب تم نے مجھ کو پالیا تو  
مجھ کو کہ تم نے سارا جاگ پایا۔ لیکن اگر (تم نے مجھ کو چھوڑ دیا اور) میں تم کو نہ  
ملا تو پھر تم نے کچھ بھی نہیں پایا۔ حالانکہ میں تمہارا سب سے زیادہ محبوب ہوں۔“



## حصول کے نتائج

الغرض جس کی طلب صادق ہے، وہ اُسکو ضرور پالے گا اور جس نے اُسکو پالیا وہ اُس کو تمام ماسوا سے بے نیاز کر دیگا۔ وہ بے نیاز ہو کر آزادی اور ہیبت کی زندگی بسر کرے گا اور اُس کے چہرے پر اُسکے انوار برس رہے ہوں گے۔ لیکن اگر مولائے پاک اُس کو نہیں ملا تو وہ اپنی اُمیدوں میں ناکام رہے گا اور اُس کی تکلیف بہت طول کھینچے گی۔

برخلاف اس کے جس نے مذکورہ بالا غناء حاصل کر لیا اُس کا وجود ہر ایک چیز کیلئے خنکی چشم کا موجب ہو گا۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ اُس کو اللہ تعالیٰ کے مل جانے سے خنکی چشم حاصل ہو چکی ہے۔ اور یاد رکھو کہ جس کو یہ دولت حاصل نہیں ہوئی، یعنی دولت وصل نصیب نہیں ہوئی، اُس کا دل دنیاوی خطوط کو ہاتھ سے نکل جانے پر ارمان سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گا۔

## فرمانِ مصطفویٰؐ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو شخص اس حالت میں سب کرے کہ اُس کا سب سے بڑا پیش نظر مقصد دنیا کا حصول ہو، اُس کی آنکھوں کے سامنے فقر اور احتیاج کا نقشہ جاری رہے گا، وہ پریشانی کی زندگی بسر کرے گا اور دنیا میں سو بھی وہی کچھ حصہ پائے گا جو اللہ تعالیٰ نے اُس کے لئے مقدر فرمایا ہے۔ لیکن جس کا سب سے بڑا پیش نظر مقصد آخرت ہے، اللہ تعالیٰ اُسکے دل کو بے نیازی سے مالا مال کر دیگا، اُس کے قلب میں اطمینان ڈال دیگا اور دنیا ذلیل ہو کر اُس کے پاس آئیگی اور ہر ایک موقع پر اللہ تعالیٰ اُس کی بہبودی کے لئے مسارعت فرمائے گا۔

یہ اُس شخص کے غناء اور بے نیازی کی کیفیت ہے جس نے آخرت کو اپنا

سب سے بڑا پیش نظر مقصد بنالیا ہو۔ لیکن اگر کسی کا سب سے بڑا پیش نظر مقصد خود اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ ہو؟ (تو اس کا حال اللہ کو معلوم ہے)۔

## فصل ۱۲

### فقر اور غنا

#### اکابر طریقت کے اقوال

اس فصل میں چند ایک عبارتیں نقل کی جاتی ہیں جو فقر اور غنا کے بارے میں اکابر طریقت سے منقول ہیں :

#### یحییٰ بن معاذ رضی کا قول

”یحییٰ بن معاذ رضی کہتے ہیں ”فقر یہ ہے کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے اور کسی چیز کے ساتھ تم کو استغناء حاصل نہ ہو۔ اور اسکی علامت یہ ہے کہ اسباب بالکلیہ معدوم ہو جائیں“

#### ابن قیم کی تشریح

میں (ابن قیم) کہتا ہوں، معدوم ہونے سے مراد یہ ہے کہ اُن پر اعتماد نہ کیا جائے اور نہ ہی اُن کے وجود کو ملحوظ رکھنے سے اطمینان حاصل ہو۔ بلکہ مسبب الاسباب کی اولیت کا مشاہدہ اس قدر غالب ہو جائے کہ اسباب اور وسائل نظر سے غائب ہو جائیں۔

#### محمد بن عبد اللہ کا قول

محمد بن عبد اللہ فرمائی ”میں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اقتدار کے کیا معنی ہیں؟ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ استغناء حاصل کرنے سے کیا مراد ہو؟ آپ نے

فرمایا: اللہ تعالیٰ کی طرف صحیح طور پر افتقار حاصل ہو، تو اس کے ساتھ استغناء کا حصول صحیح معنوں میں لازم ہے۔ و بالعکس۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کوئی انسان میں سے کامل تر ہے، کیونکہ دونوں کی تمامیت اور کمال ایک دوسرے پر موقوف ہے۔

### فقر اور غناء کا فرق اعتباری

میں (ابن قیمؒ) کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ استغناء حاصل کرنا بعینہ اس کی طرف افتقار ہے اور دونوں کے معنی ایک ہیں۔ کیونکہ استغناء باللہ کا کمال بعینہ عبودیت کا کمال ہے۔ اور عبودیت کی حقیقت یہ ہے کہ ہر ایک طرح سے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف افتقار رکھتا ہو۔ اس لئے افتقار الی اللہ اور غناء باللہ دراصل ایک چیز ہے اور تفصیل یعنی ایک کو دوسرے پر فوقیت دینے کی بحث تو دو مغائر چیزوں میں پیش آتی ہے۔ مآخذ فیہ میں افتقار اور استغناء کی اثینیت کا وہم صرف اس لحاظ سے پیدا ہوتا ہے کہ جس چیز کے ساتھ غناء حاصل ہوا، وہ اور ہے اور جس کی طرف احتیاج اور افتقار ہے، وہ اور ہے۔ لیکن باعتبار حقیقت کے ان دونوں کا مفہوم میں کچھ مغائرت نہیں، کیونکہ اس کو غناء بدیں اعتبار کہا جاتا ہے کہ تمام موجودات فانیہ سے اس کو فراغ حاصل ہوتا ہے اور فقر کا اطلاق اُس پر اس لئے کیا جاتا ہے کہ اُس کی تمام تر ہمت اور توجہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر محدود رہتی ہے۔ اس کی ہمت نے ایک چیز کے زبدائی اختیار کی ہے اور دوسری چیز سے اتصال پیدا کیا ہے۔ پہلے اعتبار سے اس کا نام غناء ہے اور دوسرے اعتبار سے اس کا نام فقر ہے۔ اتصال پیدا کر لینے کے بعد اُس کو اس کے ساتھ غناء حاصل ہوتا ہے کیونکہ اس کا تمام تر فقر اور احتیاج اسی کی طرف ہے۔ (اور جب اس کا وصل حاصل ہو گیا تو فقر کی بجائے غناء آ گیا) لیکن یہ فقر اُس پہلے فقر کے علاوہ ہے اور یہیں پر اُس کا فقر درجہ کمال کو پہنچتا ہے۔

## رُومِ کَا قَوْل

رُوم سے فقر کی بابت پوچھا گیا تو اُس نے کہا "نفس کو اللہ تعالیٰ کے احکام میں کھلا چھوڑ دینا۔"

## ابن قیم کی توضیح

میں کہتا ہوں اگر احکام سے مراد دین اور شریعت کے احکام ہیں، تب تو صحیح ہے۔ لیکن اگر اس سے مراد تضار و قدر کے تکنیکی احکام ہیں تو اس طرح درست نہیں بلکہ اس میں تفصیل کرنا چاہئے، جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔ کیونکہ نفس کو ان احکام میں کھلا چھوڑ دینا، جن کو اللہ تعالیٰ مبنغوض سمجھتا ہے، یا جن کی مدافعت دوسرے احکام کو نیکہ کے ذریعہ واجب ہے، عبودیت کے دائرہ سے خارج ہونے کو مراد ہے۔

## ایک عارف کا قول

کسی عارف کا قول ہے کہ فقیر تین باتوں سے پہچانا جاتا ہے۔ ایک یہ کہ اپنے ستر کو محفوظ رکھے، دوسرے یہ کہ اپنی فرائض کو ادا کرے، تیسرے یہ کہ اُس کا فقر محفوظ اور مصئون ہو۔

## ابن قیم کی تصریح

میں کہتا ہوں، ستر کو محفوظ رکھنے کے یہ معنی ہیں کہ اغیار کے سامنے اس کا ظہار نہ کرے، اور اس بات پر غیرت کھائے کہ کسی نااہل کی دست درازیوں کا نشانہ بنے۔ فرائض ادا کرنے کو یہ معنی ہیں کہ عبودیت کے حقوق بجالانے میں کوتاہی نہ کرے۔ فقر کا محفوظ اور مصئون رکھنا یہ ہے کہ اغیار کے ساتھ سکونت رکھنے سے اس کو ملوث نہ کرے اور ہر ایک ایسی بات سے احتراز کرے جو اس میں خرابی واقع ہونے کا موجب ہو، اور جہاں تک ہو سکے اپنے فقر کو پوشیدہ رکھے۔

## ابراہیم بن اوصم کا قول

ابراہیم بن اوصم کہتے ہیں ہم نے فقر کو طلب کیا تو غنا نے ہمارا استقبال کیا اور لوگ غنا کی طلب میں مشغول ہوئے تو ان کو فقر پیش آیا۔  
غنا کو متعلق یحییٰ بن معاذ کا جواب

یحییٰ بن معاذ سے غنا کی بابت سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ امن حاصل کرنے کا نام غنا ہے۔

## فقر کے متعلق ابو حفص کی تصریح

ابو حفص سے کسی نے پوچھا کہ فقیر کو کس حالت میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا چاہئے؟ آپ نے فرمایا: "فقیر کسی بے مناسب نہیں کہ وہ فقر کے بغیر کوئی اور چیز لے کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو۔"

## اہل عرفان کا فقر

بعض اہل عرفان کا قول ہے کہ "سچا فقیر غنا سے اس لئے ڈرتا ہے کہ کہیں اُس کے فقر کو نہ بگاڑ دے، جیسا کہ ایک حریص غنی کو یہ خوف ہوتا ہے کہ فقر اُس کے غنا کو تباہ نہ کر دے۔"

## بشر بن الحارثؓ کو فقر کا اعلیٰ مقام

بشر بن الحارثؓ کا قول ہے کہ "فقر پر صبر کی گرہ لگا کر قبر تک اُس کو ساتھ لے جانا اعلیٰ ترین مقام ہے۔"

## ابن الجلامتیؒ کو فقر کا اطلاق

ابن الجلامتیؒ سے دریافت کیا گیا کہ فقیر پر کب فقر کا اطلاق ہوتا ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ جب اُس کے پاس اس کا کچھ بھی بقیہ نہ رہے۔ سوال کیا گیا کہ یہ کیسے؟ آپ نے کہا "جب وہ اس کے لئے ہوگا تو وہ اس کا نہیں، اور جب وہ

اس کا نہیں رہا تو اب وہ اس کا ہے۔“

### علامہ کی شرح

میں (ابن قیمؒ) کہتا ہوں، اس کے معنی یہ ہیں کہ جب تک حَقِّ نفس یا اُس کا کچھ شائبہ باقی ہے، اس وقت تک آدمی کمال اور سعادت سے محروم رہتا ہے۔ لیکن جب اُس کا سب کچھ رب تعالیٰ کے لُو ہو جائے تو سمجھ لو کہ اُس کی تمام مُرادیں پالیں۔ کیونکہ جب انسان اللہ کا ہو جائے تو وہ اُسی کا ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ اللہ کے لُو نہیں تو اللہ بھی اُس کا نہیں، اور پھر اُس کا اپنا نفس بھی اُس کا نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ اُن لوگوں میں سے ہوگا جنہوں نے اپنے نفس کو خُسران اور گھٹائے میں ڈالا۔

### اہل معرفت کو فقر کی حقیقت

بعض اہل معرفت، فقیر کی حقیقت یوں بتاتے ہیں کہ فقیر اپنی فقر میں کسی چیز کے ساتھ بھی استغناء حاصل نہ کرے، بغیر اُس چیز کے جس کی طرف وہ محتاج ہے اور جس کا وہ فقیر ہے۔“

### ابو حفصؒ کو توسل باللہ کا بہترین ذریعہ

ابو حفصؒ کہتے ہیں ”بندے کے لُو اپنے مولاؐ و پاک کے ساتھ توسل حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ ہر حالت میں ہمیشہ کے لُو اُس کا محتاج رہے اور اپنے تمام افعال میں سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کی پابندی کرے، اور سلاطین کی روزی کما کر کھائے۔“

### ایک عارف کا فقر

ایک عارف کا قول ہے ”فقیر کو چاہئے کہ اُس کی ہمت اور اُس کا قدم ساتھ ساتھ رہیں۔“ (ہمت اُس کے قدم سے آگے نہ بڑھ جائے)۔

## ابن قیمؒ کی تشریح

میں (ابن قیمؒ) کہتا ہوں "قائل کی مراد یہ ہے کہ واجباتِ وقت کا خیال رکھے اور اوران کی تکمیل سے پہلے اُس کو اپنی ہمت آگے نہیں بڑھانا چاہئے۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ وہ طویل اہل میں مبتلا نہ ہو۔ اور اُس کی ہمت کا مطلع نظر کوئی ایسا وقت نہ ہو جس تک پہنچنا اُس کے دل میں خطور نہیں کرتا۔ نیز اس میں اس بات کا بھی اشارہ موجود ہے کہ وہ اپنی تمام تر ہمت اور توجہ وقتِ حاضر سے پورا پورا فائدہ اٹھانے پر مبذول رکھے، اور اپنی توجہ کو مختلف اوقات کے ساتھ وابستہ کر کے تشدد اور انتشار کی وجہ سے اُس میں ضعف نہ پیدا کرے۔

## چار باتوں کا التزام

ایک قول ہے کہ "فقیر کو کم از کم چار باتوں کا التزام کرنا چاہئے :  
 ۱۔ ایک علم، جو اُس کی رہنمائی کرے اور جس کے مقتضیات پر وہ عمل کرے۔  
 ۲۔ دوسرے پر ہنس، جو اُس کو ناپسندیدہ باتوں سے بچائے رکھے۔  
 ۳۔ تیسرے یقین، جو اُس کو عمل پر آمادہ کرے۔  
 ۴۔ چوتھے، اللہ تعالیٰ کی یاد، جو اُس کی مونس جان ہو۔"  
 ابوسہیلؒ اور منصورؒ کا مکالمہ

ابوسہیل خشتابؒ نے ایک مرتبہ منصورؒ سے کہا کہ "بیشک فرستہ و فتنہ ہو"  
 اُس نے کہا "نہیں، بلکہ فتنہ، عزت ہو"  
 ابوسہیلؒ نے کہا "فتنہ و فرشِ خاک ہو"  
 منصورؒ نے کہا "نہیں، بلکہ فتنہ، عرشِ پاک ہے"

## ابن قیمؒ کا تبصرہ

میں کہتا ہوں "ابوسہیلؒ نے فقر کی ابتدا اور منصورؒ نے اسکی انتہا بیان کی ہو"



### جنید بغدادیؒ کا قول

جنید بغدادیؒ کا قول ہے کہ ”جب تم فقیر سے ملو، تو اُس سے نرمی کرو اور علم کے ساتھ اُس کے پیش نہ آؤ۔ کیونکہ نرمی اُس کو اُنس دلائیگی اور علم اُس کیلئے وحشت اور نفرت کا موجب ہوگا۔“ راوی کہتا ہے ”میں نے کہا: اے ابوالقاسم! وہ کیسے فقیر ہوگا جس کیلئے علم وحشت کا موجب ہو؟“ اُس نے کہا ”ہاں! فقیر اگر سچا ہے اور تم اپنا علم جتنا شروع کرو تو وہ اس طرح پھلنے لگ جائیگا جس طرح قلعی آگ میں پھلنے لگ جاتی ہے۔“

### ابوالمظفرؒ کا قول

ابوالمظفر خرمیؒ کہتے ہیں ”فقیر وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی حاجت نہ ہو۔“

### ابوالقاسمؒ کی توجیہ

ابوالقاسم قشیریؒ کہتے ہیں ”جو کوئی صوفیہ کرام کے اصولِ مومنوعہ اور پیرایہ بیان سے واقف نہیں، اُس کو اس فقرہ کا مفہوم سمجھنے میں کسی قدر دقت ہوگی۔“ اس کے قائل کی مراد یہ ہے کہ فقیر وہ ہے جو اپنے مطالبات کو چھوڑ دے اور اپنی پسند کو ترک کر دے۔ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ اُس کے حق میں مقدر فرماتا ہو اُسی پر راضی رہے۔“

### ابن قیمؒ کی تحقیق

میں کتابوں، باوجود اس تشریح کے بھی اس میں استدراک کی گنجائش ہے۔ کیونکہ اس بندہ فاسد کو جو حاجتیں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرنی ہیں، وہ اتنی بے شمار ہیں، جتنے کہ اُس کے سانس۔ اس کی حاجتیں دوسرے اہلِ خلونہ کی طرح نہیں، بلکہ اس کی اور اُن کی حاجتوں میں قطرہ اور دریا کی نسبت ہے، چنانچہ اس کو ہر ایک لمحہ میں اس بات کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حال اُس کو عنایت

فرمایا ہے، وہ قائم رہے اور زائل نہ ہو، اور اس کا قلب استقامت سے نہ ڈگمگائے؟  
 اس کو مقاماتِ عبودیت میں ترقی بخشنے، اور ایسے امور سے اس کو محفوظ رکھے،  
 جو اس کی ترقی کیلئے مانع اور اس کو بگاڑنے والے ہیں۔ اس کو وہ اپنی فضل و  
 کرم سے ہر ایک حالت میں اور ہر ایک موقع پر اس کو اپنی رضا مندی سے واقف  
 کرے، اور اس کو توفیق دے کہ وہ اُس کے حاصل کرنے میں کامیاب ہو۔ جو  
 باتیں اس کی سخط اور ناراضی کا موجب ہیں، اُن پر سے اس کیلئے پردہ اٹھا دی،  
 اور اپنی حفظ اور صیانت کو اُس کا مددگار بنائے۔

اب تم خود بتاؤ کہ بھلا اور کون ہو سکتا ہے جس کی حاجتیں اس فقیر سے  
 زائد ہیں؟ اس لئے عبارت مذکورہ بالا کو ان الفاظ میں بدل دینا چاہئے فقیر  
 وہ ہے جس کو سانس کی گنتی کے برابر بلکہ اس سے بھی زائد حاجتیں اللہ تعالیٰ کو  
 سامنے پیش کرنی پڑیں۔ کیونکہ بندہ کو ہر ایک لمحہ میں متعدد حاجتیں پیش آتی ہیں  
 جن میں سے اکثر کا خود اُس کو بھی علم نہیں ہوتا، اس لئے سب سے بڑھ کر فقیر وہ ہو  
 جو ان حاجتوں کو محسوس کرتا ہو، اور پھر صحیح طریقہ سے ان کو صحیح معدن سے طلب  
 کرے۔ اور اگر خواہ مخواہ اسی عبارت میں فقیر کی تعریف کرنا مقصود ہو، بحالیکہ  
 اس مؤہم عبارت کو استعمال کرنے کی مطلق ضرورت نہیں تو پھر اس طرح کہنا چاہئے  
 فقیر وہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی ایسی حاجت نہ ہو، جو اُسکی رضا مندی  
 کے مخالف ہو یا اُس کے حق میں عبودیت کو مقام سے انحطاط کا موجب ہو۔  
 لیکن مطلق اس طرح کہنا کہ فقیر وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف حاجت نہ ہو،  
 یقیناً بہت بُری شطیح ہے۔

ابوالقاسم کی تاویل پر تبصرہ

جو تاویل ابوالقاسم قشیری نے اس کلام کی کی ہے، وہ صرف بعض حالات

میں بھیج ہو سکتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی وہ مقدر کی ہوئی باتیں جو انسان کو اختیار سے باہر ہوتی ہیں اور ان کے دفع کرنے یا ان سے بچاؤ حاصل کرنے میں اس کا کچھ بھی بس نہیں چلتا۔ لیکن اس قسم کی باتیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مقدر تو فرمایا ہے تاہم دوسرے اسباب بھی مقدر فرمائے ہیں جو موانع اور دوافع کا کام دیتے ہیں اور جو بایا استحباباً ان موانع استعمال کرنے کا امر بھی فرمایا ہے ایسی حالتوں میں رضا و تسلیم اختیار کرنا اور ممانعت کے لئے کسی قسم کی جدوجہد نہ کرنا عین عجز ہے جس پر اللہ تعالیٰ انسان کو ملامت فرماتا ہے۔

ابن عیینہؒ کا فقر

ابن عیینہؒ کہتے ہیں "فقر کے معنی ہیں املاک (جمع ملک) کا محروم ہو جانا اور صفات کے احکام سے باہر نکل آنا۔"

ابن قیمؒ کی تشریح (تبدیل صفات)

ہیں کہ تاہوں اس کا یہ مطلب ہو کہ کسی چیز کو اپنی طرف بارگاہ حیثیت و شہرت سے نہ کرے اور اپنے نفس کی صفات پر جو احکام مترتب ہوتے ہیں اس سے باہر نکل آئے اور انہی احکام کو اپنے مولائے پاک کے احکام سے بدل دے جو اس کی صفات علیا پر مترتب ہوتے ہیں۔ مثلاً قدرت اور اختیار انسان کی ایک صفت ہے جس کے نتیجہ کے طور پر انسان اپنے لئے بڑے اور نصرت کا اوقار کر سکتا ہے اور بدل دینے کے یہ معنی ہیں کہ اس کی نظر قدرت ازلیہ کو احکام تک محدود ہو جائے جس کے مقابلے میں انسان محض اور مفلس و بے اختیار رہ جاتا ہے۔ جیسا کہ استغاثہ کی دعائیں ہیں: اللھم انی استغیرک بعلمک، واستغیرک بقدرتک واسألتک من فضلك العظیم فانک تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب۔ (بارخدا یا! میں تجھ سے تمیر و علم سے

خیر طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت سے حصولِ قدرت کا خواستگار ہوں اور تیرا بڑا فضل مانگتا ہوں۔ کیونکہ بیشک تو ہی قدرت رکھتا ہے اور میں قدرت نہیں رکھتا۔ اور تو جانتا ہے میں نہیں جانتا۔ اور تو تمام پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے۔

اس حالت میں انسان اپنے نفس کے صفات کو چھوڑ کر صفاتِ علیا کے احکام سے موصوف ہو جاتا ہے۔

### ابو حفصؒ کی شرط

ابو حفصؒ کہتے ہیں ”کسی کو فقیر کا مقام صحیح طور پر حاصل نہیں ہوتا جب تک اُس کو لینے کی نسبت دینا اچھا معلوم نہ ہو۔ سخاوت یہ نہیں کہ تو اگر مفلس کو کوئی چیز دے، بلکہ سخاوت یہ ہے کہ مفلس تو انگر کو دے۔“

### بعض قائلین کا فقر

بعض کا قول ہے کہ ”فقیر وہ ہے جو سوائے اللہ تعالیٰ کے اپنے آپ کو اور کسی چیز کا محتاج خیال نہ کرے۔“

### سہل بن عبداللہؒ

سہل بن عبداللہؒ سے کسی نے پوچھا ”فقیر کو کب استراحت ملتی ہو؟“ اُس نے کہا ”جبکہ اُسکی نظر اپنے حق میں اُس وقت تک محدود ہو جس میں کہ وہ موجود ہے۔“

### ابوبکر بن طاہرؒ

ابوبکر بن طاہرؒ کہتے ہیں ”فقیر کے احکام میں سے ایک یہ ہے کہ اُس کے دل میں کسی چیز کی رغبت نہ ہو، اور اگر بالفرض رغبت ہو تو کفایت کی حدود سے تجاوز نہ کرے۔“

### ایک عارف کے نزدیک سچا فقر

کسی عارف کو سچے فقیر کی بابت دریافت کیا گیا، اُس نے کہا ”جو نہ ثروت مالک ہو

اور نہ کسی دوسرے کو مالک بنا سکے۔

### ذوالنون مصری کا قول

ذوالنون مصری کا قول ہے کہ ”ایک شخص جو ہمیشہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا محتاج خیال کرتا ہے، باوجود اس کے اُس کے احوال میں اختلاط اور تخلیط ہے، میرے نزدیک اُس شخص سے بہتر ہے جس کو ہمیشہ کے لئے صفار احوال ہے لیکن وہ خود بین ہے۔“

## فصل ۱۵

### پتھر فقیر کے اوصاف

#### حقیقی تارک الدنیا

ایک پتھر فقیر کی صفت یہ ہے کہ دُنیا سے دستبردار ہو کر اُس کو چھوڑ دے، اُس کو ایک آلودگی سمجھ کر اُس سے کنارہ کش ہو جائے، اُس کو اہمیت دیکر اپنے لئے غنا کا موجب خیال نہ کرے، اُس کو اپنی ملک سمجھ کر اُس میں تصرف نہ کرے اور نہ ہی اس خیال سے افزوں طلبی کرے۔ اب اگر کوئی دُنیا بھر کے خزانوں کا بھی مالک ہو جائے اور اُس میں یہ صفتیں موجود ہوں تو اُس کے لئے دُنیاوی جاہ و جلال مضر نہیں۔ بلکہ وہ شخص فقیر ہے باوجود اس کے کہ بظاہر وہ غنی ہے۔

#### صاحبِ حال

نیز فقیر کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے حال کے اعتبار سے بھی فقیر ہو یعنی حال پر اُس کو مطلق التفات نہ ہو اور اُس کے ملحوظِ خاطر کھنے سے اُس کو تسکین نہ ہو۔ بالفاظِ دیگر احوال کے ساتھ ٹھیرا نہ رہے اور اُن پر اعتماد کر کے اپنے آپ

بے نیاز خیال نہ کرے، اور نہ ہی وہ اس لئے ان کا محتاج ہو کہ ان سے اُس کو سکون اور تسلی حاصل ہوتی ہے۔

### ترکِ مُراد

فقیہ کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ صبر، رضا، توکل اور انابت کے مقامات میں اللہ تعالیٰ کی موافقت پر عمل پیرا ہو۔ اپنی خواہش نفسانی کے مقتضاء پر عمل نہ کرے۔ جس کا بالفاظِ دیگر یہ مطلب ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنی مُراد حاصل کرنے کے لئے کوشاں نہ ہو۔ کیونکہ فقیر وہ ہے جس کا ظاہر اور باطن خدائے تعالیٰ کے لُٹو ہو، وہ اپنے نفس کی مراد کا کبھی خواہاں نہیں ہوتا، اُس کے احوال اور مقامات میں ہواؤ نفس کو کچھ بھی دخل نہیں، بلکہ واحد حق کے شہود نے اُس کو اپنے نفس کے شہود سے غائب کر دیا ہوتا ہے، اور اس لئے اُس کا ہر ایک ارادہ اللہ تعالیٰ کی مُراد کے تابع ہوتا ہے۔

### فقیر صادق کی شناخت

فقیر کا بھروسہ تمام تر اللہ تعالیٰ پر ہوتا ہے، اور اُس کی اولوالعزمی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسری چیز پر نہیں ٹھیرتی وہ اللہ تعالیٰ کی پاک محبت میں مستغرق ہو کر ماسوی اللہ کی محبت سے فنا ہو جاتا ہے، اُسی کے اوامر میں اپنی خواہش نفس کو مدغم کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حسن انتخاب کو اعتماد پر اپنی پسند و ستبردار ہو جاتا ہے۔ لوگوں کے مقاصد کچھ اور ہوتے ہیں اور اُس کا مقصد کچھ اور ہوتا ہے، خشوع اور خضوع اُس کے حرکات و سکنائیاں ہوتے ہیں، تواضع اُس کی صفت لازمہ بن جاتی ہے، اُس کا قلب سلیم ہو جاتا ہے، وہ بہت جلدی حق قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف دُور پڑتا ہے، وہ اپنی زبانِ قال یا حال سے کسی قسم کا دعویٰ نہیں کرتا، اور نہ اُس کے دل میں کوئی ایسی تعلیٰ خطور کرتی ہے، وہ تمام ماسوا

سے نفرت کرتا ہے اور جو چیز اُس کو اللہ تعالیٰ کے قریب بنائے، اُس کی طرف اُس کی رغبت اور میلان ہوتا ہے، گو بظاہر لوگوں کے ساتھ میل جول رکھتا ہے لیکن دراصل اُس کا ان سے تعلق بعید ترین ہوتا ہے، جس چیز سے وہ وحشت کرتے ہیں، اُسی چیز سے ان کو اُس حاصل ہوتا ہے و بالعکس۔

قیود سے آزادی

فقیر رسوم کی قید سے آزاد ہوتا ہے اور دنیاوی اغراض اُس کو غلام نہیں بنا سکتے۔ کسی چیز کے حصول کی خوشی نہیں، اور اُس کے چلے جانے یا مہتر ہونے کا رنج نہیں۔ جو شخص اُس کے ساتھ ہم نشین ہوگا، اُس کی آنکھیں ٹھنڈی ہونگی اور جس شخص کی اُس پر نظر پڑے گی اُس کو خدا یاد آ جائیگا۔

تختل، ہمدردی اور جاں نثاری

فقیر لوگوں پر اپنا بوجھ مطلق نہیں ڈالتا مگر ان کی تکلیف اٹھانے کے لئے وہ تیار ہوتا ہے۔ کسی کو آزاد نہیں دیتا، لیکن اگر کوئی دوسرا اُسے آزار پہنچائے تو وہ اُس کو خوشی سے برداشت کرتا ہے۔ ہر وقت دوسروں کی خیر خواہی میں رہتا ہے اور اپنی جان و مال اور آبرو کو ان کے لئے وقف کئے ہوئے ہوتا ہے۔ جس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ ان سے کسی قسم کا معاوضہ چاہتا ہے یا اپنا انتقام لینے سے عاجز ہے۔

### بقیہ اوصاف

فقیر فضول باتوں میں اپنے آپ کو مشغول نہیں کرتا اور نہ ہی خدا کو دئے ہوئے مال اور رزق میں سُجھل کرتا ہے، سچائی، پاک دامنی، ایثار، تواضع، بردباری اور متانت اُس کے خاص اوصاف ہوتے ہیں۔ جو کچھ وہ لوگوں کو دیتا، اُس کا صلہ کسی شکل میں ان سے نہیں چاہتا۔ وہ کسی کو جھڑکتا نہیں، کسی سے جھگڑتا



نہیں، اور نہ کسی سے کچھ مطالبہ کرتا ہے۔ وہ کسی پر اپنا حق نہیں سمجھتا اور نہ کسی پر احسان جتاتا ہے، وہ اپنے مسلمان بھائیوں کی عزت کرتا ہے، اور وقت کی قدر کرتا اور اپنے کام میں مشغول رہتا ہے۔ اپنی زبان کو ضبط میں رکھتا ہے۔ دن رات میں اُس کا کوئی لحظہ اور لمحہ سلوک الی اللہ سے خالی نہیں ہوتا۔ اُس کو پاک محبت اور شوق کے داعی نے اپنی طرف بلایا تو وہ سر کو پاؤں بنا کر اُس کی جانب دوڑا اور تمام تر اُسی میں محو ہو گیا۔ ۵

### وانما یحمد القوم السّری عند الصّباح

ترجمہ: قوم کو اپنی شب روی کی قدر اُس وقت معلوم ہوتی ہے جبکہ وہ صبح سویرے منزل مقصود تک پہنچ جاتی ہے۔ (اور دوسرے لوگ جنہوں نے خواب نوشیں کو ترجیح دی، بیابان میں پڑے بھٹکتے ہیں)۔

نوٹ: اس کے بعد علامہ ابن قیمؒ نے ایک طویل عربی قصیدہ لکھا ہے جس کا ماحصل علامہ نے ان مقامات عالیہ اور احوال سامیہ کی تحصیل کی ترغیب اور تشویق ہے۔ جس کا ترجمہ عام ناظرین کے لئے خاص دلچسپی کا موجب نہ ہونے کی وجہ سے ترک کر دیا گیا ہے۔ یہ قصیدہ اصل کتاب مطبوعہ مصر میں صفحہ ۶۲ سے صفحہ ۶۶ تک درج ہے۔ (مترجم)



# باب ۳

## انسان اور حوائج ضروریہ

### فصل

#### ذی حیات کی ضروریات

##### نافع اور مضر

یہ ایک ایسا قاعدہ ہے جس کی اہمیت انسان کے لئے اُس کی غذا اور تنفس سے بھی بڑھ کر ہے، بلکہ اُس رُوح سے بھی زائد ہے جس سے اُسکی زندگی کا قیام ہے۔ بیشک ہر ایک چیز جو زندہ ہے اس بات کی محتاج ہے کہ اپنے لئے اشیاء نافعہ حاصل کرے اور مضر اشیاء کو اپنے سودِ دفع کرے۔ اشیاء نافعہ سے مراد وہ چیزیں ہیں جن سے اُس کو لذت اور سرور حاصل ہو، اور مضر اشیاء وہ ہیں جو اُس کے لئے درد اور تکلیف کا موجب ہوں۔ لیکن اس کے علاوہ اور دو قسم کی چیزیں بھی ہیں: ایک وہ جو اُس کے لئے اشیاء نافعہ کے حصول میں مُعین اور مددگار ثابت ہو۔ دوسرے وہ جو مضر اشیاء کے رد کرنے کا کام دیں، یا اُن کو دفع کرنے میں مدد دیں۔ الغرض، یہ سب چار قسم کی اشیاء ہوتیں، اور انسان کو بلکہ ہر ایک ذی رُوح کو انہی

سے واسطہ پڑتا ہے۔

### انسان کا مطلوب

جب تم نے یہ سمجھ لیا کہ انسان کو چار قسم کی چیزوں سے واسطہ پڑتا ہو تو اب یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک انسان کا محبوب اور مطلوب ہو اور وہی اُس کے لہو حصول مطلوب کا مددگار بھی ہے۔ وہی مجبور ہے اور وہی مُعین ہے۔ اسی طرح یہ بھی جان لو کہ اُس کے ماسوا کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو تمہارے لہو مطلوب اور محبوب ہو سکے۔ بلکہ اُس کا وجود قسم ثانی سے ہو، جس کا شتر دفع کرنے کے لہو بھی وہی واحد حق تمہارا مُعین اور مددگار ہو سکتا ہے۔

### إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ کی تفسیر

اس سے ثابت ہوا کہ چاروں باتیں جن کی تفصیل مندرجہ بالا سطور میں کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ میں جمع ہیں۔ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ میں یہ مضمون نہایت خوبی کے ساتھ ادا کیا گیا ہے۔ کیونکہ عبادت اُسی کی کی جاتی ہے جو کامل ترین وجہ پر مطلوب اور مقصود ہو۔ اسی طرح استعانت کا مستحق وہی ہے جو حصول مطلوب اور دفع مکر وہ دونوں کے لہو تمہارا مددگار ہو سکے، اور وہ سب اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں اور نہ ہو سکتا ہے۔

### عبادت اور استعانت

عبادت اُس کی صفت الوہیت کا مقتضار ہے، اور استعانت اُس کی ربوبیت کے آثار اور نتائج میں سے ہے۔ کیونکہ اللہ وہی ہے جس کی محبت اور انابت اور غایت تعظیم و تکریم کے ساتھ عبادت کی جائے، اور رب وہی ہے جو اپنے بندوں کی پرورش کرے، اُن کو پیدا کر کے تمام اُن باتوں کی طرف اُن کی إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ میں اسی جلیل اللہ حقیقت کو ہر وقت پیش نظر رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ مترجم

رہنمائی کرے جن سے کہ اُن کو پیدائش کے بعد اپنا اپنا کمال حاصل ہو سکتا ہو۔  
نیز تمام مضر اشیاء اور موانع کمال سے محفوظ رہنے اور اجتناب کرنے کا اُن کے  
لئے سامان مہیا کرے۔

قرآن کریم میں سات ایسی جگہیں ہیں جہاں پر اللہ تعالیٰ کی ان دونوں معبود  
اور معین (صفتوں کو تصریحاً یا اشارۃً بیان کیا گیا ہے :

(۱) اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ - (۴: ۱)

(۲) عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ اُنِيْبُ - (۱۱: ۸۸، ۴۲: ۱۰)

(۳) فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ - (۱۲۳: ۱۱)

(۴) عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ اَنْبَتْنَا - (۴۰: ۶۰)

(۵) وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ - (۵۸: ۲۵)

(۶) عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابُ - (۳۰: ۱۳)

(۷) وَاذْكُرْ اَنَّمْ رَآكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبَعِيْلًا، رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا اِلٰهَ

اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا - (۴۳: ۸، ۹)

### آفرینش کی غایت

مضمون بالا کی تائید میں کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اپنی  
عبادت کے لئے پیدا کیا جو اُس کی معرفت اور اُس کی محبت اور اُس کی طرف  
انابت کرنے اور اُس کے حق میں خلوص رکھنے پر مشتمل ہے۔ اُسی کی یاد سے ان  
سے دلوں کو تسکین اور اطمینان حاصل ہوتا ہے اور آخرت میں اُسی کے دیدار  
کے دلوں کو تسکین اور اطمینان حاصل ہوتا ہے اور آخرت میں اُس کے دیدار سے اُن  
کی آنکھیں ٹھنڈی ہونگی۔ آخرت میں کوئی نعمت اُس سے بالاتر اور اُن کے نزدیک اُس  
سے محبوب تر نہیں کہ وہ اُس کے جمالِ کبریا کا نظارہ کریں جیسے کہ اس دُنیا میں کوئی نعمت  
اُس سے بالاتر اور اُن کے نزدیک اس سے محبوب تر نہیں کہ وہ اُس پر ایمان لائیں اور اُسکی

معرفت اور محبت میں سرشار ہوں۔

### مقصود بالذات

یاد رکھو کہ وہ اپنے مولائے پاک کی عبادت کو اسی طرح بلکہ اس سے بھی زائد محتاج ہیں، جیسا کہ وہ اپنی پیدائش اور رزق میں اُس کی ربوبیت کے محتاج ہیں۔ کیونکہ یہی عبادت اُن کے لئے وہ مقصود بالذات چیز ہے جس کے برابر اور کوئی چیز اُن کے لئے مقصود اور مطلوب نہیں ہو سکتی۔ اسی کی بدولت اُن کو سعادت اور کامیابی حاصل ہوگی۔

### متحرک اور عامل پیدا کرنے کی وجہ

اسی عبادت کے لئے اُن کو زندہ متحرک اور عامل پیدا کیا گیا ہے اور اُن کی تمام تر صلاحیت اور کامیابی اور حقیقی لذت اور سرور اسی میں ہے۔ اور اُس کے بغیر اُس کا حاصل ہونا ناممکن ہے۔ ارشاد ہوتا ہے :

وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ	جس کسی نے بھی میری یاد سے روگردانی کی
مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ	بیشک اُسکی زندگی تکلیف دہ ہوئی اور ہم اُس کو
أَعْمَى۔ (۲۰ : ۱۲۳)	قیامت کے دن اندھا کر دینگے۔

## فصل

### اسلام کا اصل الاصول

#### توحید ربوبیت اور نجات

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک گناہ کو اگر چاہے تو بخش دے، لیکن شرک کو ہرگز نہیں بخشتا۔ اسی لئے کلمہ توحید کو افضل الحسنات کہا گیا ہے۔

اور توحیدِ الوہیت کو دینِ اسلام کا اصل الاصول قرار دیا ہے۔ لیکن توحیدِ ربوبیت جس کا سب مخلوق کو (چاہے موثر ہو یا مشترک) اعتراف ہو، نجات کے لئے تنہا کافی نہیں (جب تک توحیدِ الوہیت اُس کے ساتھ شامل نہ ہو، نجات حاصل نہیں ہو سکتی) لیکن باوجود اس کے توحیدِ ربوبیت بھی نہایت ضروری ہے اور توحیدِ الوہیت کے منکرین کو قائل کرنے کے لئے زبردست دلیل ہے۔

### نتیجہ عبادت

صحیح حدیث میں ہے ”بندوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے کہ اُس کی عبادت کریں اور کسی کو بھی اُس کا شریک نہ بنائیں۔ اور بندوں کا اُس پر یہ حق ہے کہ جب وہ ایسا کریں تو وہ اُن کو عذاب نہ دے“ اور جب وہ اُس کے پاس حاضر ہوں تو وہ اُن کو عزت بخشنے۔

جس طرح عبادت انسان کے لئے اُس کا انتہائی مطلوب ہو اور اُس کی سچی لذت اور سرور اسی میں ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے بندوں سے عبادت مطلوب ہے، اور جب اُس کا بندہ اس میں مشغول ہو تو وہ اُس کو نہایت پیارا معلوم ہوتا ہے۔ اور جب آدمی اُس کی عبودیت اور طاعت کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اُس وقت جو خوشی حاصل ہوتی ہے، وہ اُس سے بھی زائد ہوتی ہے جو کسی ایسے آدمی کو حاصل ہو، جس نے اپنے سفر میں اپنی سواری کی اونٹنی گم کر دی ہو، جس پر اُس کے کھانے پینے کا سامان بھی لدا ہوا تھا، اور وہ اُس کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک کر بیٹھ گیا ہو، اور اُس کے منوں سے وہ بالکل مایوس ہو گیا ہو، اور پھر اُس کو وہ اونٹنی خود بخود مل جائے۔ اب تم خود سمجھ سکتے ہو کہ اس سے بڑھ کر بھی بھلا کوئی خوشی ہو سکتی ہے؟

## حقیقی خوشی کا ذریعہ

علیٰ ہذا القیاس انسان کے لئے بھی اس سے بڑھ کر خوشی نہیں کہ وہ اپنے رب تعالیٰ کو موجود پاتا ہے جس کے ساتھ اس کو اُس حاصل ہوتا ہے۔ وہ اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اُس کی عبادت میں مشغول ہوتا ہے۔ اُس کی یاد سے اُس کے دل کو تسکین اور اطمینان حاصل ہوتا ہے اور اُس کی معرفت اور اُس کے شوق دیدار سے اپنے قلب کو معمور رکھتا ہے۔ تمام کائنات میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی چیز اُس کو ایسی نظر نہیں آتی ہے جس کو وہ اپنی توجہ کا قبلہ قرار دے اور جس سے اُس کو طمانیت اور خوشی حاصل ہو۔

## یقینی ہلاکت کا ذریعہ

لیکن جو شخص غیر اللہ کو اپنا معبود اور محبوب ٹھہراتا ہے اُس کو بھی اگرچہ ایک قسم کا اُس اور سرور اور لذت محسوس ہوتی ہے مگر بعد کے آثار اور نتائج اُس کو حق میں بعینہ اسی طرح ٹھکاتے ہیں جس طرح کسی لذیذ کھانے میں زہر ملا دی گئی ہو۔ جس کے کھانے میں لذت محسوس ہوتی ہے۔ لیکن اس کا انجام یقینی ہلاکت ہے۔

قرآن شریف میں وارد ہوا ہے :

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا  
فَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ۔

اگر زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کے بغیر اور خدا بھی ہوتے تو یقیناً آسمان و زمین کے نظام میں خلل آجاتا۔ اس لئے پاک ہے وہ خدا جو عرش برہق کا مالک ہو ان باتوں سے جس سے لوگ اُسکی وصف بیان کرتے ہیں۔

(۲۱ : ۲۲)



# فصل ۳

## نظامِ عالم کا قیام

### ایک خدا

یہ ایک حقیقت ہے کہ زمین و آسمان اور دیگر مخلوقات کا قیام اور نظام ایک خدا کو اپنا معبود بنانے کے ساتھ وابستہ ہے، اور اگر کسی دوسرے کو معبود بنایا بھی جائے تو وہ سچا معبود نہیں ہوگا، جس کو عبادت کا مستحق کہا جاسکے۔ سچا معبود صرف ایک ہے جس کا کوئی شریک اور مثیل نہیں۔ اور تمام کائنات کی صلاحیت اسی میں ہے۔ بصورتِ دیگر تمام عالم کا نظام بکھر جائے۔ جیسا کہ تمام مخلوق کی پیدائش اور ان کا وجود واحد قہار کی خالقیت کا محتاج ہے، اور یہ ناممکن ہے کہ ایک ہی درجہ کے دو مساوی خالق موجود ہوں، اسی طرح یہ بھی ناممکن ہے کہ ان کی بقا اور صلاحیت دو مساوی المرتبہ خداؤں کی الوہیت کا نتیجہ ہو سکے۔

### توحید فی العبادت

جب تم نے یہ سمجھ لیا کہ زمین و آسمان میں ایک ہی خدا ہے تو اب یہ سمجھ لو کہ انسان کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ ایک ہی خدا کی عبادت کرے، بلا شریک و غیرے اسی ایک کو اپنا محبوب ٹھہرائے، اپنی بیم و امید کو اسی ایک سے وابستہ رکھے، اسی ایک پر اس کا اعتماد اور بھروسہ ہو، اس کا ہر ایک عمل (جس پر وہ ثواب یا عذاب کو منحصر خیال کرتا ہے) محض اسی کے لئے ہو، وہ کسی دوسرے کی قسم نہ کھائے، کسی کی نذر اپنے مال میں مقرر نہ کرے، اس کا خضوع اور خشوع

اور تذلل اُسی ایک کے سامنے ہوا اور اُس کا سجدہ اور دیگر اقسامِ تقرب اور عبادت اُسی ایک وعدہ لاشریک لہ کے لئے مخصوص ہوں۔ اور جتنا کہ بدن اپنی حیات اور بقا کے لئے روح کا محتاج ہے، یا جس قدر آنکھوں کو نورِ بصارت کی ضرورت ہے اُس سے بہت زائد آدمی ان باتوں کا محتاج ہے۔

### روح کی صلاحیت

روح اور بصارت بھی سمجھانے کے لئے ایک مثال ہے اور نہ اسکی اہمیت کا صحیح اندازہ لفظوں میں اور مثالوں کے ذریعہ نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ انسان کی ذات کی حقیقت اور ماہیت اس کا روح اور قلب ہو اور وہ اپنی صلاحیت اور بقا اور حیاتِ جاوداں کے لئے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اُس کے لوازم الوہیت بجالانے کا بعینہ اسی طرح محتاج ہے جس طرح کہ جسم اپنی چند روزہ بقا کے لئے روح کا محتاج ہے۔ روح کو اس دنیا میں اس کی یاد کے بغیر اطمینان حاصل نہیں ہوتا، اور وہ اس حیاتِ فانیہ میں (اپنی استعداد کے موافق) جدوجہد کر کے اُسی کے ساتھ ملاقی ہوگا اور ایسا ہونا ضروری ہے، اور روح اور قلب کی تمام تر صلاحیت اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اُس کی عبودیت میں ہو۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اُس سے راضی ہو جائے، اور اُس کے نزدیک وہ عزت کا درجہ حاصل کرے۔

## فصل

### دُنیوی لذات کی ناپائنداری

#### حقیقی اور غیر حقیقی لذتیں

اللہ تعالیٰ کی معرفت اور عبودیت کے بغیر انسان کو ہر چند دوسرے کمالات

سرور اور لذت حاصل ہوں، وہ پائدار نہیں ہونگی، بلکہ اس قسم کے کمالات اور لذت  
ایک نوع سے دوسری نوع کو، اور ایک فرد سے دوسرے فرد کو انتقال کرتی  
رہتی ہیں۔ آج ایک شخص ان کے حصول کی وجہ سے لذت اور سرور میں ہو تو کل  
ان کے زوال کی وجہ سے تکلیف اور عذاب میں ہوگا۔ اور بعض اوقات تو یہ لذتیں  
اس قدر غیر حقیقی ہوتی ہیں جس کی مثال بعینہ حسب ذیل ہے۔

### واضح مثال

ایک شخص کو خارش کی بیماری ہے، اُس کو بدن کے کھجانے میں بظاہر اتنا  
مزہ آتا ہے کہ وہ کھجاتے کھجاتے اپنی بشرے کو پھیل ڈالتا ہے اور اُس کے جسم کو  
جا بجا خون بہنے لگتا ہے، اور یہ غیر حقیقی لذت بالآخر اُس کے حق میں ازدیادِ مرض  
اور تکلیفِ شدید کا موجب ہوتی ہے۔ بعینہ اسی طرح غیر اللہ کی محبت سے انسان  
کو جو لذت حاصل ہوتی ہے، اُسکی مثال کھجلی کی لذت کی ہے جسکا انجام عذاب  
ہلاکت ہے۔ اب اگر کوئی صاحبِ عقل ہے تو وہ ضرور حقیقی اور غیر حقیقی لذتوں کا آپس  
میں موازنہ کرے گا، اور پھر اُس لذت کو ترجیح دے گا جو حقیقی اور پائدار ہے۔

### خلاصہ کلام

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان اپنے واحد حق خدا کی عبادت سے  
ایک لمحہ بھی بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ اور وہ اُس کی عبادت کا اتنا محتاج ہے  
جو ہر ایک ایسی احتیاج سے بالاتر ہے جس کا تصور کیا جاسکتا ہے (روح  
اور جسم کی احتیاج سمجھانے کو لئے اس کی ایک مثال ہو سکتی ہے جیسا کہ مذکور  
ہوا) اس کے ماسوا سب کچھ باطل اور بیچ ہے۔ اسی لئے امام الحنفی، حضرت  
ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا "لَا أُحِبُّ الْاَفْلَاحَ" (۶ : ۷۷) ترجمہ:  
میں رست جانے والی باطل اشیاء سے محبت نہیں کر سکتا۔

# فصل

## پہلا بنیادی اصول

### انسان کی روحانی غذا

اس کی بنا دو باتوں پر ہے جو اس مضمون کا بنیادی اصول ہے: پہلے یہ کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا، اُس کی معرفت اور محبت، اُس کی عبادت اور پھر عبادت میں اخلاص، اور خاص اُسی پر اعتماد اور بھروسہ رکھنا اور توکل کرنا۔ یہ تمام چیزیں بذاتِ خود انسان کی روحانی غذا ہیں، اور اُس کی بقا اور قیام کا موجب ہیں۔ اہل ایمان کا یہی مذہب ہے اور قرآن کریم نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔

### عبادت کو متعلق غلط فہمیاں

یہ غلط (بالکل غلط) ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ایک تکلیف اور مشقت ہے جس میں قلب کو لئے کوئی لذت اور سُور نہیں بلکہ اس سے فقط بندہ کی آزمائش کرنا مقصود ہے۔ یہ اُن لوگوں کا قول ہے جو حکمت اور تعلیل کے منکر ہیں۔ نیز یہ کہنا بھی غلطی ہے کہ آخرت کا اجر اور ثواب انسان کی اُس تکلیف کا معاوضہ ہے۔ کیونکہ اگر یہ معاوضہ نہ ہو تو اس حالت میں اُس کو خدا کا مخلوق ہونا پڑے جس سے اُس کی عیش مکدر ہو جائے۔ یا جیسا کہ فلاسفہ کہتے ہیں کہ اُن تکالیف شرعیہ سے مراد نفس کی ریاضت اور تہذیب ہے تاکہ اس میں خالص تقاضا عقلیہ قبول کرنے کی استعداد پیدا ہو۔

اصل حقیقت: اصل حقیقت ان تمام اقوال سے بالاتر ہے۔ محبوب کے اوامر کی تعمیل

کرنا خنکی چشم اور مسرت قلب کا موجب ہوتا ہے اور روح اور قلب کو لئے اس سے بڑھ کر کوئی لذت نہیں۔ نماز اور حج میں اس کے لئے خنکی چشم ہے، روزہ اور ذکر اور تلاوت قرآن میں اس کے قلب کو انتہا درجہ کی خوشی حاصل ہوتی ہے، اور صدقہ کے تو کیا کہنے ہیں۔ اسی طرح جہادِ اعداء، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، لوگوں کو خدا کی طرف بلانا، دشمنانِ دین کی ایذا میں سہنا وغیرہ یہ وہ امور ہیں جن میں (ایک سچے مومن کے لئے) خاص خوشی کا سامان مضمر ہے۔ لیکن ۵

ذوقِ این مئے نشناسی بخدا تمانہ چشتی

### مطالعہ ماحول

پس ایسے شخص کے لئے جس کا فہم غلیظ اور طبع کثیف ہے، اور وہ خود اس کی چاشنی سے لذت آشنا نہیں ہوا، اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ آخر وہ کیا چیز ہے جو انسان کو اپنے وطن عزیز کی مفارقت اور اپنے احباب اور اعزہ یہاں تک کہ اپنے سگے باپ اور بیٹوں کے ساتھ قطع تعلق کر دینے پر آمادہ کر دیتی ہے، بلکہ وہ اپنے ان قریب تر عزیزوں کو اپنے رب تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے قتل کر فی تمک و دریغ نہیں کرتا۔ خدا کی راہ میں قتل ہونے کو وہ اپنا شرف سمجھتا ہے۔ اور اس مدح اور تعظیم کی بجائے جو باطل کے اختیار کرنے سے حاصل ہو، مخالفین کی اس ملامت اور مذمت کو ترجیح دیتا ہے جو اتباع حق کی وجہ سے اس کو سننا پڑے۔

### محبانِ صادق اور عاشقِ زار

تم جانتے ہو کہ جب تک دل میں کوئی فوق العادت حلاوت لذت اور سرور پیدا نہ ہو، ایسی باتوں کا انسان سے ظہور میں آنا ناممکن ہے اور واقعات اس کے شاہد ہیں، بلکہ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ جو لذت اور سرور اللہ تعالیٰ کے

محبان صادق کو اُس کے ادا امر کی سجا آوری میں حاصل ہوتی ہے، وہ اس سے بدرجہا زائد ہوتی ہے جو ایک عاشق زار کو اُس وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ وہ اپنے معشوق کے کسی حکم کی تعمیل کرے، اور اُس کو یقین ہو کہ اس سے اسکو اپنے معشوق کی رضامندی حاصل ہوگی۔ اس مضمون کو صرف وہی شخص سمجھ سکتا ہے اور وہی اُس کی سچائی کا معترف ہو سکتا ہے، جس کی مراد اور محبوب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ ہو، اور اُس کی معرفت اور محبت کو وہ اپنی حیاتِ جان سمجھے۔ اُسکی طرف توجہ کرنے اور اُس کی یاد میں مشغول ہونے سے اس کو خوشی ہو کرے، اور اسی میں اُس کے قلب کو تسکین اور اطمینان حاصل ہو۔

## فصل

### دوسرا بنیادی اصول

#### آخرت کی روحانی لذات

دوسری بات جس کو اس مضمون کا اصول کہہ سکتے ہیں کہ نعمائے آخرت کا روح دروانِ ہی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی دیدار سے مشرف ہو، اُسکی ہمگامی کا فخر حاصل کرے، اور اُس کی رضامندی اور اُس کا قُرب اُس کو حاصل ہو۔ یہ غلط ہے کہ آخرت کی نعمتیں لذیذ مطعومات اور شہوات کا حظ اٹھانے، لباسِ فاخر پہننے اور حیوانی جذبات کو پورا کرنے تک محدود ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اہلِ جنت کو جو لذت اپنے مولائے پاک کی لقاء اور ہمگامی سے حاصل ہوگی، وہ اس سے بالاتر ہے کہ اُس کا تصور کسی کے دل میں خطور کرے یا قوتِ خیالیہ اُس

کا خاکہ کھینچ سکے۔

### رسول اللہ کی دعا

امام احمدؒ نے اپنی مسند میں اور ابن حبانؒ اور حاکمؒ نے اپنی صحیح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا نقل کی ہے جس کا ایک فقرہ یہ ہے "وَسَالِكَ لَذَّةَ النَّظَرِ إِلَى وَجْهِكَ وَاشْتِاقَ إِلَى لِقَائِكَ فِي غَيْرِ ضَرَاءٍ مُفْرَةٍ وَلَا فِتْنَةٍ مُضِلَّةٍ۔ (بارخدا یا! میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھ کو اپنے چہرہ زیبا کی طرف دیکھنے کی لذت عطا کر اور اپنے لقاء کا شوق بخش دے بغیر کسی تکلیف کے جو ضرر پہنچائے یا کوئی فتنہ جو گمراہ کر دے)۔

### محرومی لقاء

اللہ تعالیٰ نے اپنی کلام پاک میں کافروں کو دوزخ کی وعید سنانے سے بھی پیشتر محرومی لقاء کی وعید سنائی ہے۔ سورہ مطففین میں ارشاد ہوتا ہے :

كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ  
لَّيَّجُوبُونَ، ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا  
الْجَحِيمِ۔

جیسا کہ انہوں نے خیال کیا ہوا ہو، ویسا ہرگز  
نہیں، بیشک یہ لوگ اُس دن اپنورت تعالیٰ  
کے دیدار سے محروم رہیں گے اور اس پر طرہ یہ  
کہ وہ دوزخ میں داخل ہونگے۔

(۸۳ : ۱۵، ۱۶)

### لذت دیدار

الغرض محبوبیت اور محرومی لقاء کا عذاب اُسکے دشمنوں کے حق میں دوسرے تمام عذابوں سے بڑھکر ہے، اسی طرح اُسکے دیدار کی لذت تمام دیگر لذائذ سے اس کے دوستوں کے لئے افضل ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اُسکے دوستوں کے لئے کوئی بہمانی لذت اس کے برابر نہیں ہو سکتی کہ وہ اُسکے لقاء سے بہرہ یاب ہوں۔ اُس کا کلام سنیں اور اُس کا قرب ان کو حاصل ہو۔

# فصل

## اثباتِ مدعا کی دلیل

### پہلی دلیل

مذکورہ بالا ہر دو اصول قرآن اور حدیث سے ثابت ہیں۔ اہل علم و ایمان کا اس پر اتفاق ہے، مشائخ طریقت اور اکابر معرفت نے اس موضوع پر بہت کچھ کہا اور لکھا ہے۔ اہل سنت و الجماعۃ کا یہی مذہب ہے۔ اور فطرتِ سلیمہ کو اس کے تسلیم کرنے میں تاثر نہیں۔

جو لوگ اس حقیقتِ باہرہ سے انکار کرتے ہیں، علماء ربانیتین اُن کو کبھی تو قرآن حدیث اور آثارِ سلف کو ذریعہ قائل کرتے ہیں اور کبھی اُن کے مقابلہ میں ذوق اور وجدان کی دلیل لاتے ہیں، بعض اوقات ان کو فطرت پر توجہ دلاتے ہیں۔ اور جب یہ تمام ذرائع ناکام ثابت ہوں تو اُن کو بذریعہ قیاس و تمثیل سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

ہم نے اپنی ایک ضخیم کتاب موسومہ ”المورد الصافی“ میں جو اللہ تعالیٰ کی پاک محبت کو موضوع پر اور اُس کے اقسام و احکام کی بابت لکھی ہے، ان سب طریقوں سے استدلال کیا ہے اور پورے ایک سو سے بھی زائد ثبوت دئے ہیں۔

### دوسری دلیل

اس مقصد کی توضیح اور اثبات میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ مخلوق کو کسی دوسری مخلوق کے لئے کسی قسم کے نفع اور ضرر کا اختیار نہیں، اور نہ وہ علماء و مشائخ میں خل رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی تو ہے جس نے اپنے بندے کو پیدا کیا، اُس کے لئے روزی



کا سامان کیا، اس کو اپنی ضروریات پورا کرنے کے راستوں سے واقف کیا، اور طرح طرح کی نعمتوں سے اُس کو مالا مال فرمایا۔ اور باوجودیکہ وہ بے نیاز مطلق ہے، اور انسان اپنے گناہوں اور نافرمانیوں سے اُسکو ناراض کرنے میں کمی نہیں کرتا، پھر بھی وہ اُس کے ساتھ سلوک فرماتا ہے، جس سے خواہ مخواہ اُسکی محبت دل میں جاگزیں ہوتی ہے۔

جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ ہی اُسکو رفع فرماتا ہے، اور اگر وہ اُس پر اپنا فضل فرمانا چاہے تو کوئی اُسکا ہاتھ پکڑنے والا نہیں۔ چنانچہ اس آیت کریمہ میں اسی مضمون کی تصریح کی گئی ہے :

وَإِنْ يَسْتَشْفِئِ اللَّهُ بِضُرِّ فَلَا كَاشِفَ	اگر اللہ تعالیٰ تجھے تکلیف دینا چاہے تو اُسو سٹانے
لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِيدْ ذَكَرْ خَيْرٌ فَلَا رَادَّ	والا کوئی نہیں مگر وہ خود اللہ۔ اور اگر تجھے بھلائی
لِفَضْلِهِ - (۱۰ : ۱۰۷)	پہنچانی چاہے تو اُسکے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے :

وَمَا يَنْفَعُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ	اللہ تعالیٰ لوگوں کیلئے اگر رحمت کا دروازہ کھول دے
لَهَا وَمَا يُمْسِكُ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ	تو کوئی بند کر نہی والا نہیں۔ اور اگر بند کر دے تو کوئی
وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ - (۲ : ۳۵)	کھول نہیں سکتا اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

تصرف منع و عطاء

انسان کا انسان کو نفع یا ضرر پہنچانا یا کسی چیز کا دینا نہ دینا اللہ تعالیٰ کے اذن اور ارادہ پر منحصر ہے، اور تمام تصرف اور فرمانروائی ظاہر اور باطن میں اس سے پہلو بھی اور اس سے پیچھے بھی خاصۃً اُسی کے لئے ہے (اسی کوئی اور شریک نہیں ہو سکتا)۔ وہی دلوں پر قابض ہے اور ان میں حسب ارادہ تصرف فرماتا ہے۔ ضرر، نفع، عطاء، منع، خفض اور رفع سب کچھ اُسی کے اختیار میں ہے۔ فرمایا :

ہَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا هُوَ اخِيذُ بِمَا صَبَّهْتَ -  
 کوئی ایسا جانور نہیں جسکو وہ ملتھے کر بالوں سے نہ  
 پکڑے ہوئے (یعنی ہر ایک چیز پر اُسکو پورا  
 پورا اقتدار حاصل ہے)۔ (۵۶ : ۱۱)

اور فرمایا :

اَلَا اَلَمْ اَخْلُقْ وَ اَلَمْ نُنَادِلْكَ اَللّٰهُ  
 رَبُّ الْعَالَمِيْنَ -  
 بیشک پیدا کرنا اور حکم صادر فرمانا اُسی اللہ کے  
 تصرف میں ہے، بہت برکت والا ہے، وہ خدا  
 جو تمام جہانوں کا پرورش کرنے والا ہے۔ (۵۷ : ۷)

### قرآن کا طرز بیان

توحیدِ الوہیت کی یہ دلیل پہلی دلیل کی نسبت زیادہ واضح اور موثر ہے، اور  
 اسی لئے قرآن کریم میں اکثر یہی دلیل استعمال کی گئی ہے۔ لیکن جس شخص نے قرآن  
 پاک کے طرز بیان پر غور کیا ہے، وہ جانتا ہے کہ اگرچہ بظاہر مؤخر الذکر قسم  
 کی دلیل پیش کی جا رہی ہے، لیکن اس کے ضمن میں برابر اَوَّل الذکر دلیل کی  
 طرف بلایا جا رہا ہے۔ کیونکہ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ فقط اُسی پر بھروسہ کیا  
 جائے، اُسی سے استعانت کی جائے، اور اپنی تمام درخواستیں صرف اُسی کے  
 پیش کی جائیں۔ کیونکہ اُس نے اپنی بندوں پر قسم قسم کے احسانات کرائے اور اپنی  
 نعمتوں سے اُن کو مالا مال فرمایا ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ اُسی کو اپنا معبود اور  
 محبوب ٹھیرایا جائے، اور جب اُس نے اس کو اپنا معبود اور محبوب ٹھیرایا تو اُس  
 کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اُسی کی ذات پر توکل اور بھروسہ کرے۔ اور اس طرح وہ  
 (بلا واسطہ نہ ہی) بالواسطہ پہلی وجہ میں داخل ہو جائیگا۔

### فطری تقاضا

اسی طرح ہر جس شخص پر کوئی بڑی تکلیف یا مصیبت نازل ہوتی ہے یا کسی

بات کا خوف اُس کو پریشان کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تضرع اور زاری کرنا شروع کرتا ہے یہاں تک کہ اُس کو اپنی مناجات میں حلاوت معلوم ہونے لگتی ہے، اور اُس پر ایمان رکھنے اور اُس کی طرف انابت اور رجوع کرنے میں اُس کو وہ لذت محسوس ہوتی ہے جس کو وہ اپنی حاجت پورا ہونے سے بھی زیادہ محبوب سمجھتا ہے۔ لیکن ابتداءً اُس کے لئے اس حالت کا تصور کرنا دشوار بلکہ ناممکن تھا، اور اس لئے وہ اُس کے طلب کرنے سے قاصر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کے لئے وہ اسباب مہیا کئے جن سے بالآخر مطلوبہ نتیجہ ظہور میں آیا۔

### توکل علی اللہ کے اسباب

قرآن کریم میں نہایت کثرت کے ساتھ اسباب کا ذکر ہے کہ انسان اپنی تمام ضروریات کے لئے اُسی کی ذات پاک کا محتاج ہے۔ اور یہ کہ سر سے پاؤں تک اُسی کی نعمتوں اور احسانات میں اُس کا تہہ تار بندھا ہوا ہے۔ نیز جابجا اس میں آخرت کی نعمتوں اور خوشیوں کا بیان ہے۔ اور یہ تمام باتیں اُسی کی طرف رجوع کرنے سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ اس لئے اُسی کی ذات پر توکل کرنا اور اُسی کو اپنا محبوب ٹھہرانا اور اُس کے احسانات کے شکریہ میں مشغول ہونا لازم ہے۔

### تیسری دلیل

نیز اس کی تائید اور تقویت کے لئے یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ انسان کا غیر اللہ کے ساتھ تعلق پیدا کرنا اُس کے لئے سراسر ضرر ہے، جبکہ وہ اس مقدار سے زائد لے، جس قدر کہ اُس کے حق میں اُس کی عبودیت کے لئے ضروری اور کارآمد ہو۔ یا جس قدر کہ اُس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت بڑھانے اور فراغتِ قلب کے لئے مطلوب ہو۔ اگر ماکولات اور مشروبات میں سے (جن سے اُس کی زندگی کا قیام ہے) مقدار ضرورت سے زیادہ استعمال کرے تو کچھ شک نہیں کہ یہ زیادتی اُس

کے حق میں مضر یا ہلک ہوگی۔ اسی طرح مہوسات کو استعمال اور شادی کرنے کی حالت ہے۔

### محبتِ غیر اللہ کا نتیجہ

اگر آدمی کسی چیز کے ساتھ یہاں تک محبت رکھے کہ وہ محبت اُس کو عیمِ دل میں گھس جائے تو یقیناً اُس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یا تو وہ خود اُس سے بیزار ہو جائیگا یا بصورتِ دیگر وہ اُس سے جدا ہو جائیگا۔ علاوہ ازیں اس کو ہر حالت میں تکلیف کا سامنا ہے۔

دو گونہ رنج و عذابِ جانِ مجنوں را عذابِ فرقتِ یلی و صحبتِ یلی  
اگر بالفرض اُسکے وصال سے برہ یاب ہو تب بھی اُسکا رنج اُسکی خوشی اور لذت سے بڑھ کر ہے۔ ہر ایک شخص جس نے واقعات پر غور کیا ہے اور ہر ایک حالت کا صحیح اندازہ لگایا ہے، وہ اس بات کی تصدیق کریگا کہ جو کوئی بھی سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی دوسری چیز سے محبت کرے، اُس کا ضرر اُس کے فائدہ سے زائد ہوگا اور اُسکی خوشی اُس کے رنج اور تکلیف کو مقابلہ میں کا لعدم ہوگی۔

### غیر اللہ پر اعتماد، خسران ہے

بیرہ بھی یاد رکھو کہ کسی مخلوق پر اعتماد اور توکل کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جس چیز پر تم کو بھروسہ ہے، اُسی چیز سے تم کو بلا اور مصیبت پیش آئیگی۔ اور استقرار اُس کا شاہد ہے۔ جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی اور سے مدد کا جو یاں ہوتا ہے، وہیں سے اُس کو غزلان نصیب ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

وَاتَّخِذُوا مِن دُونِ اللَّهِ إِلَهًا لَّعَلَّكُمْ يُنصَرُونَ لَا يَسْتَطِيعُونَ نصرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّخَضَّرُونَ - (۳۶: ۴۴، ۴۵)	انہوں نے اللہ کے سوا اور دلوں کو خدا ٹھہرایا ہے تاکہ وہ خدا انکی مدد کریں مگر وہ انکی مدد نہیں کر سکتے بلکہ یہی انکے حاضر باش مُریدان کا مددگار شکر ہے۔
--	---

حضرت امام الحنفی را براہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام مشرکین کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں :

<p>بیشک تم لوگوں نے اللہ کے سوا بتوں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے جو دنیا کی زندگی میں تمہارے درمیان دوستی اور محبت کا موجب ہو لیکن غریب قیامت کو دن تم ایک دوسرے کا انکار کرو گے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیج گے۔</p>	<p>إِنَّمَا اتَّخَذْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُم بِبَعْضٍ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُم بَعْضًا۔</p> <p>(۲۹ : ۲۵)</p>
---	--

چونکہ انسان کی تمام تر صلاحیت اور بہبود اسی میں ہے کہ وہ واحد حق کی عبادت کرے اور اُسی سے استعانت کیا کرے۔ لہذا یہ ضروری ہے کہ غیر کی عبادت اور استعانت میں اُس کے لئے انتہا درجہ کا ضرر اور نقصان ہو۔

## فصل رحمتِ الہی کا نزول

احسانِ حقیقی

اسکی توضیح اور تبیین اس سے بھی ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ باوجود بے نیاز مطلق ہونے کو نہایت مہربان ہے اور ہر ایک طرح سے حمد و ثناء کا مستحق ہے، وہ باوجود بے نیاز ہونے کو اپنے بندوں پر احسانات فائض فرماتا اور انواع و اقسام کی نعمتوں سے اُنکو سرفراز کرتا ہے، اُن سے ہر ایک قسم کی تکلیف اور مصیبت کو دور فرماتا ہے لیکن اس لئے نہیں کہ اس سے اُسکو کسی قسم کا فائدہ پہنچتا ہے، بلکہ یہ اُسکی خالص رحمت اور محض جود و احسان ہے۔ کیونکہ رحمت، جود، احسان اور لطف و کرم اسکی

اوصاف ذاتیہ ہیں جیسا کہ حیات، قدرت اور غنا، اُس کی صفات ذاتیہ ہیں۔ اور یہ تمام صفات علیٰ اس کے لوازم ذاتیہ ہیں۔

### احسانِ مجازی

برخلاف اس کے انسان کیلئے یہ ناممکن ہو کہ وہ ایسی حالت میں کسی کے ساتھ احسان کرے، جبکہ کوئی اپنی غرض اس کے مد نظر نہ ہو۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی قابل قدر ہستی کے محض اس کے صاحبِ کمال ہونے کی وجہ سے تعظیم کرے اور اس کے ساتھ محبت رکھے، اور اُس کی خدمت بجالانے میں ہر طرح سے سعی کرے۔ لیکن اولاً تم جانتے ہو کہ یہ احسان حقیقی نہیں۔ بلکہ درحقیقت اللہ تعالیٰ نے اُس کو اس صاحبِ کمال کیلئے مسخر کر رکھا ہے اور یہ اُسی کا تفضل اور احسان ہے کہ اُس کو اُس کے اغراض پورا کرنے کیلئے آلہ کار بنا دیا ہے۔

### احسان کی بناء

بیاں ہمہ انسان کا بظاہر احسان پھر بھی خود غرضی سے خالی نہیں۔ کیونکہ کسی کی محبت سے محفوظ ہونا بھی ایک غرض ہے، خواہ اس محبت کی بناء جمالِ ظاہر پر ہو یا جمالِ باطن اُس کا موجب ہو۔ کیونکہ جب یہ لوگ انبیاء اور صالحین سے محبت کرتے ہیں اور ان کے دیدار کے طالب ہوتے ہیں، گویا بالفاظ دیگر وہ ان کے دیدار اور ہم کلامی سے محفوظ ہونا چاہتے ہیں۔

اسی طرح جو کوئی کسی دوسرے انسان کے ساتھ اُس کی بہادری یا سخاوت یا ریاست وغیرہ کی وجہ سے محبت کرتا ہو تو اس کی غرض اُس کی محبت کا حظ اٹھانا ہوتا ہے۔ اور اگر وہ بالفرض اس محبت میں لذت محسوس نہ کرتا تو وہ کبھی اس محبت پر قائم نہ رہتا۔

### دفعِ ضرر کا مقصد

اسی طرح جب وہ اپنے محبوب اور مخدوم کی کوئی خدمت بجالاتے ہیں، جس سے

اسکو کسی قسم کا فائدہ پہنچانا یا اس سے کوئی ضرر دفع کرنا مقصود ہوتا ہے تو اگر وہ عمل خالصاً اللہ نہیں تو یقیناً وہ کسی خود غرضی پر مبنی ہوگا۔ مثلاً کسی بادشاہ کے لشکری یا کسی آقا کے غلام یا کسی اجارہ دار کے نوکر سب کے سب اپنا اغراض کیلئے جدوجہد کرتے ہیں، اور فقط اپنے من و مکر کو فائدہ پہنچانا یا اس سے ضرر دفع کرنا مقصود نہیں ہوتا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ تہذیب اخلاق کی وجہ سے اس نے اپنی نیت خالص کر لی ہو، اور دینی حیثیت اس پر غالب آگئی ہو، یا یہ کہ وہ طبعاً رحمہل اور انصاف پسند واقع ہوا ہو۔ ورنہ ہر حال اولاً وبالذات اپنا فائدہ مقصود ہوتا ہے۔

### خود غرضی میں حکمت

اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے اور نوع انسانی کے نظام کیلئے ایسا ہونا ضروری تھا، کیونکہ اگر وہ خود غرضی کا دخل بیچ میں نہ ہوتا تو کوئی بھی ایک دوسرے کے کام نہ آتا۔ چنانچہ آیت ذیل میں تفاوت درجات کی جینہ سی حکمت بیان کی گئی ہے۔ فرمایا:

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ	بیشک ہم ہی نے دنیا کی زندگی میں ان کیلئے
فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ	قسمیں مقرر کیں اور درجوں میں ان کو ایک
فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ	دوسرے پر بلندی اور فوقیت بخشی تاکہ وہ
بَعْضًا سَخِرِيًّا۔ (۲۳ : ۳۲)	ایک دوسرے کو کام لیں۔

## فصل مخلوق کی استعانت

انسان کا مطلع نظر: اس سے کہیں معلوم ہو گیا کہ مخلوق میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو بغیر کسی

غرض سو تم کو فائدہ پہنچانا چاہتا ہو۔ بلکہ اس کا مقصد اولین اپنا فائدہ ہوگا، اور اس سے تم کو بالفرض کوئی فائدہ پہنچ جائے تو یہ ممکن ہے۔ بلکہ اگر تمہارا محبوب اللہ پسند نہیں تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے فائدہ کیلئے تم کو ضرر پہنچا دے۔

الغرض کسی مخلوق کو اپنی مدد کیلئے بلانا اور اس سے استعانت کرنا بعینہ

اس آیت کا مصداق ہے کہ "يَدْعُو لَمَنْ ضَرُّكَ أَقْرَبُ مِنْ نَفْعِهِ (۲۲: ۱۳)"

(بیشک وہ ایک ایسے معبود کو بلاتا ہے جس کا ضرر اُس کے فائدہ سے قریب تر ہے)

برخلاف اس کے اللہ تعالیٰ بغیر کسی اپنی غرض اور اپنے فائدہ کو تمہاری ساتھ

احسان کرتا ہے جس میں تمہارے لئے خالص فائدہ ہو اور ضرر کچھ بھی نہیں۔

### انسان سو امید لگانا

اب اگر تم اس حقیقت پر کما حقہ غور کر لو تو تم کبھی کسی مخلوق سے کوئی فائدہ

طلب نہیں کرو گے اور نہ ہی اُس سے کسی قسم کی امید رکھو گے۔ کیونکہ جو تم جیسی

مخلوق محتاج ہے وہ ہمیشہ اپنے فائدہ کو مد نظر رکھیگا اور بغیر اپنے فائدہ کے

کبھی تم کو فائدہ نہیں پہنچائیگا۔

### جلیل القدر حقیقت

اس کو اچھی طرح سمجھ لو، کیونکہ یہ ایک جلیل القدر حقیقت ہے، جس کا نتیجہ یہ

ہوگا کہ تم لوگوں سے نفع اور ضرر کی توقع رکھنے کی قید سے آزاد ہو جاؤ گے۔

اور یہ مخلوق کی عبودیت کا دروازہ بند کرنے کا ذریعہ ہے، اور اس سے تمہارے

سامنے خالص اللہ تعالیٰ کی عبودیت کا دروازہ کھل جائیگا۔

### تاکید احتیاط

اس مقام پر پہنچ کر احتیاط رکھو کہ کہیں تم سے یہ غلطی نہ ہو جائے کہ لوگوں کے

ساتھ احسان کرنا چھوڑ دو، یا ان کے ساتھ درشتی اور گنہگارین سے پیش آؤ،



اور بُردباری کی صفت کھو بیٹھو، بلکہ اپنے احسان کا سلسلہ جاری رکھو، اور کسی سے یہ اُمید نہ رکھو کہ وہ تمہیں کوئی فائدہ پہنچائیگا یا تمہارے احسان کا بدلہ دیگا۔ بلکہ تمہارا عمل محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے ہو۔ (چنانچہ کلام پاک میں ابرار کی مدح کے طور پر اُن کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ "إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكْرًا۔ ۷۹:۷۷")

## فصل انسانی احسان کی بنیاد

### ذاتی اغراض

مضمون بالا کی مزید توضیح یہ ہے کہ اکثر لوگ اپنے اغراض اور مقاصد پورا کرنا چاہتے ہیں اور تمہاری حیثیت ان کے نزدیک ایک وسیلہ سوزاؤ نہیں۔ اب اگر ان کو مصلحت اسی میں نظر آئے اور وہ اپنا بہود اسی میں خیال کریں کہ تم کو ضرر پہنچائیں تو وہ اس سے بھی نہیں چوکیں گے۔ کیونکہ ان کو تو اپنے حلوے ماندے سے کام ہے، مردہ جہنم میں جائے یا جنت میں۔ یہاں تک کہ اگر تمہاری دنیا اور آخرت کی ہلاکت اُس میں مضمر ہو تو بھی وہ اُسکی ذرا پروا نہیں کریں گے۔

### انسانوں سے علیحدگی

اب تم خود سمجھ لو کہ یہ دوستی ہے یا دشمنی! انہوں نے تمہیں "کرائے کا ٹٹو" بنا رکھا ہے اور وہ اپنے فائدہ کیلئے تمہارا نقصان کرنا جائز بلکہ لازم خیال کرتے ہیں۔ اور اگر اُن کو ضرورت محسوس ہو تو تمہاری قربانی کرنے تک سے دریغ نہ کریں۔ بلکہ اب بھی وہ تم کو ہر وقت بغیر چھری کے اپنا اغراض کے لٹو ذبح کرتے رہتے ہیں۔ انہوں نے تم کو اپنے گزرنے کی خاطر ایک پُل بنا رکھا ہے۔ لیکن تم ہو کہ نہیں سمجھتے

اور ان کے لئے اپنی آخرت کو برباد کر رہے ہو۔ بہت ممکن ہے کہ اُس کا انجام یہ ہو کہ تم کو خالی دست ہو کر اس دُنیا سے رخصت ہوتا پڑے۔

### گزشتہ زندگی میں بصیرت

اگر تم اپنی گزشتہ زندگی پر غور کرو تو تمہیں معلوم ہو جائے کہ کتنے موقعوں پر اُنہوں نے تم کو اپنے دین اور دُنیا کے مصالح سے باز رکھا اور تمہاری آخرت کو مدارج ترقی طے کرنے کے استہ میں حائل اور سنگِ راہ ثابت ہوئے۔ اُن کی دعویٰ یہ ہوتا ہے کہ وہ تمہارے مخلص دوست و احباب، جاں نثار خدام اور پیاری عزیز واقارب ہیں۔ لیکن خدا کی قسم! اُن کا یہ دعویٰ سراسر نمائشی ہے۔ ورنہ درحقیقت یہ سب تمہارے دشمن ہیں جو تمہارے سامنے ان پیاری پیاری اور موہنی صورتوں میں جلوہ آرا ہوئے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے :

یا ایُّهَا الَّذِینَ اٰمَنُوا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ	مومنو! بیشک تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد
وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوٌّ لَّكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ۔	میں جو بعض تمہارے دشمن ہیں، اس لئے تم ان سے بچو!
(۱۴ : ۶۳)	

اور فرمایا :

یا ایُّهَا الَّذِینَ اٰمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ	مومنو! تمہارا مال اور تمہاری اولاد تم کو خدا تعالیٰ
اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ۔	کی یاد سے غافل نہ کرو۔ اور جس کسی نے ایسا
مَنْ یَفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔	کیا تو وہ یقیناً کھائے میں رہیں گے۔
(۴ : ۶۳)	

### نیکبخت انسان

نیکبخت اور سعادتمند وہی شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کیلئے اُن سے معاملہ رکھے اور یہ نہ ہو کہ اُن کے معاملہ میں اپنے رب تعالیٰ کو گنوا دے۔ اُن کو ناراض کر کے اللہ

تعالیٰ کو راضی رکھے، لیکن اسکے برعکس نہ کرے کہ اُن کو راضی رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سر پر اٹھالے۔ اللہ تعالیٰ سے اُسکو ڈرنا چاہئے اور اُن سے ڈرنا چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ کو اُن پر ترجیح دے اور اُن کو اللہ تعالیٰ پر ترجیح نہ دے۔ اُن کی محبت اور اُن کے خوف ورجا کو دل سے باہر نکال کر پھینک دے اور اللہ تعالیٰ کی محبت اور اُس کے خوف اوررجا سے اپنی سینہ کو پُر کر دے۔ یہی وہ شخص ہے جس کو اُن کے ساتھ تعلق رکھنا ضرر نہیں دیگا، بشرطیکہ وہ اُن کی ایذاؤں پر صبر کرے، اُن سے غنیمت تو حاصل کرے، لیکن ان کے تاوان سے اپنے آپکو بچائے۔

نفع اور ضرر کا مالک

اسکی مزید توضیح یہ ہے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی نہیں کسی قسم کا ضرر نہیں دے سکتا۔ تمہارا ضرر اور تکلیف صرف اسی حالت میں دفع ہو سکتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ اور اُس کی مشیت اُس کے دفع کرنے کی ہو۔ اس لئے کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ نیکیوں اور احسانات کا لانے والا صرف وہی اللہ ہے اور بُرائیوں اور شرور کا دفع کرنے والا بھی وہی ہے اور بس! ارشاد ہوتا ہے: وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ، وَإِنْ يَرِدْكَ بَخِيرٌ فَلَا سَآذَ لِفَضْلِهِ (۱۱۷: ۱۰)

### مخلوق کی بے بسی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر عبداللہ بن عباسؓ سے فرمایا تھا: ”تم جان لو کہ اگر تمام کائنات سب کسب اکٹھے ہو کر تم کو کوئی نفع پہنچانا چاہیں تو وہ تم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے، جب تک اللہ تعالیٰ نے وہ فائدہ تمہارے لئے مقدر نہ کیا ہو۔ اور اگر وہ سب کسب مل کر تمہیں کوئی ضرر اور تکلیف پہنچانا چاہیں تو وہ تم کو کچھ بھی ضرر اور تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کو تمہارے لئے مقدر فرمایا ہو۔“ جب مخلوق اس قدر بے بس ہے تو تم کو ان کے ساتھ اپنی

بیم و امید کو وابستہ کرنا سراسر ضرر ہے اور اس میں کچھ فائدہ نہیں۔

# فصل

## نزول رحمت کے موانع

علمِ الہی

ان تمام حقائق کا مدار ایک حقیقت کے جاننے پر ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب خود تم کو اپنے مصالح اور بہبودی کا علم نہیں (اور تم نہیں جانتے کہ کس بات میں تمہارا فائدہ یا نقصان ہے)۔ اگر بالفرض تمہیں علم ہو بھی تو تم اُن کے حصول پر کچھ بھی قدرت نہیں رکھتے، اس لئے دوسروں کو بطریق اولیٰ تمہاری مصلحتوں کا علم نہیں ہوگا۔ نہ وہ اس بات پر قادر ہیں کہ تمہیں تمہاری مصلحتوں کے حصول میں مدد دیسکیں۔ لیکن اگر تم نہیں جانتے تو اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے، تم کو قدرت نہیں لیکن وہ قادرِ مطلق ہے، بغیر کسی معاوضہ کے اپنا احسانات نازل فرماتا ہے۔ اور باوجود بار بار خرچ کرنے کو اُس کے خزانوں میں کمی نہیں آتی۔ وہ بے نیاز مطلق ہے اور کسی حالت میں بھی کسی چیز کا محتاج نہیں، کہ فقر اور احتیاج کے خوف سے اپنے تفضل اور احسان کو روک دے۔ جتنا کہ تم اللہ تعالیٰ کی بخششوں سے سرفراز ہونا اور اُن کو لینا پسند کرتے ہو اُس سے بڑھ کر وہ تم کو بخشش دیتا اور تمہارے اوپر بارانِ فضل و کرم برسانے کو پسند کرتا ہے۔

گفرانِ نعمت

اگر وہ تم سے اپنا فضل روک لے تو سمجھ لو کہ اس کی صرف دو وجہیں ہو سکتی ہیں ایک تو یہ کہ خود تم میں کوئی ایسا مانع موجود ہے جو اُسکے فضل کو تمہارے تک نہیں آنے

دیتا۔ اور اکثر لوگوں کی محرومی کا سبب یہی ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ذی جہاں نظام کائنات کے لئے دو سکے قوانین مقرر کر رکھے ہیں۔ ایک قانون یہ بھی مقرر فرمایا ہے کہ اُس کی بخششوں اور اُس کی مہربانیوں کو اُس کی اطاعت اور عبودیت ہی سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اور ازدیادِ نعمت کا ذریعہ صرف یہی ہے کہ اُس کے شکر میں کوتاہی نہ کی جائے، اُس کی ناشکری اور نافرمانی اُس کے نزولِ رحمت کا سب سے بڑا مانع ہے۔

### سلبِ نعمت

اسی طرح جان لو کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تم کو کسی نعمت سے سرفراز فرما کر پھر اُس کو تم سے سلب کر لیا ہے تو اس کی وجہ اُس کا بخل ہرگز نہیں ہو، اور یہ کہ اُس نے وہ نعمت بلا وجہ تم سے چھین کر کسی دوسرے کو دیدی ہے (کیونکہ اُس کے خزانوں میں کچھ بھی کمی نہیں) بلکہ اُس کے سلب کو جاننے کا موجب خود تمہارا کوئی ناشائستہ عمل ہوگا۔ فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ - (۱۳ : ۱۱)

بیشک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے :

ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَىٰ قَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ وَآَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ - (۵۳ : ۸)

اسکی وجہ یہ ہو کہ بیشک اللہ تعالیٰ کسی نعمت کو جو اُس نے کسی قوم پر فائز فرمائی ہو ہرگز نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت متغیر نہ کریں، بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔

### شامتِ اعمال

کسی شاعر نے خوب کہا ہے :

اذا كنت في نعمة فارعها فان المعاصي تنيل النعم

(ترجمہ : جب تم کسی نعمت سے بہرہ ور ہو رہے ہو تو تم کو چاہئے کہ اُس کے محفوظ رہنے کا خیال رکھو، کیونکہ بیشک گناہوں کا ارتکاب نعمتوں کو زائل کر دیتا ہے)۔ تم پر جو بھی آفت آئیگی وہ یقیناً تمہارے اپنا اعمال کا نتیجہ ہوگا، اور اگر کاوش کی جائے تو تمہارا اپنا نفس تمہارا دشمن ثابت ہوگا۔ (۵)

شامیت اعمال ماصورتِ نادر گرفت

بے جانکتہ چینی

عجب یہ ہے کہ تم اپنے نفس کی تو خبر نہیں لیتے مگر اپنے محسن اور مُنعم کی شکایت میں سرگرم رہتے ہو، اور اُسکی تقدیر پر الزام لگانے کی تمہیں سوجھتی ہے۔ تم میں تو اتنی قابلیت ہی نہیں کہ (اپنے نفس کے مکائد کا حال معلوم کر سکو اور) اپنی سعادۃ اور شقاوت کو صحیح اسباب دریافت کرو۔ البتہ یہ کرتے ہو کہ زبانِ قال اور حال سے علیم اور حکیم خدا کے احکامِ قضاء و قدر پر نکتہ چینی کرنا شروع کر دیتے ہو۔ اگر تمہاری رائے صائب ہوتی تو تم بجائے اس نکتہ چینی کرنے اور اعتراضات نکالنے کے اصلی اسباب دریافت کر کے صحیح علاج میں مشغول ہوتے۔ لیکن تم نے تو اپنی فطرت کو مسخ کر دیا ہے اور اپنے قلب کو (جو ادراکِ حقائق کا آلہ اور حق و باطل میں تمیز کرنے کا ذریعہ تھا) کج فہمی کا عادی بنا دیا ہے۔ اور تمہاری نفسانی خواہشوں نے تمہارے علم اور ایمان کے چراغوں کو بجھا دیا ہے جو تمہارے باطن میں روشن تھے۔ اُس چیز کا تو تم نام نہیں لیتے جو ان تمام خرابیوں کی جڑ ہے (یعنی نفسِ امارہ) اور اُس مُنعمِ مطلق کی شکایت میں زبان کھولے ہوئے ہو، جس نے تم پر ظاہری اور باطنی نعمتوں کی بارش کی اور کر رہا ہے۔

ایک زبیر قول

ایک عارف نے کسی شخص کو ایک دوسرے آدمی کے سامنے رب تعالیٰ کی شکایت

کرتے ہوئے سنا تو اُس نے ایک ایسا فقرہ کہا جو آپ زر سے لکھنے کو قابل ہے کہ  
 ”ارے! خدا کے مہربان کی شکایت اُس کے سامنے کرتے ہو جو کبھی تم پر مہربان نہیں  
 ہو سکتا۔“

واذا شکوت الی ابن آدم انما تشکو الی الرحیم الی الذی لا یرحم  
پانی کہاں مرتا ہے؟

اگر انسان حقیقتِ حال سے واقف ہو، اور اُس کو معلوم ہو جائے کہ کہاں سے  
 اس کے متاعِ عزیز پر دستِ درازی کی جاتی ہے تو وہ اپنی مصیبت کا الزام دوسرے  
 کے سر نہ تھوپے۔ قرآن پاک میں ہے :

وَمَا أَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا	تم کو جو مصیبت بھی پہنچتی ہو وہ تمہارے اپنے
كَسَبَتْ آيِدِيكُمْ وَكَفَّوْا عَنْ كَثِيرٍ	شامتِ عمل کا نتیجہ ہے اور بہت سے گناہوں
(۳۰ : ۴۲)	کو اللہ تعالیٰ معاف بھی کر دیتا ہے۔

کتنا سچا کلام ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے :

أَوَلَمْ نَأْصَابْكُمْ مِّمَّنْ مُّصِيبَةٍ مِّنْ	کیا جب تم کو ایسا ہی مصیبت پہنچی جس سے
أَصَابْتُمْ مِّثْلَ مَا أَقْلَمْتُ أَنِّي هَذَا أَقْلُ	دو چاند مصیبت تم اپنے دشمن کو پہنچا چکے تھے
هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ	تو تم کہنے لگو: ہیں! یہ کہاں سے؟ کہدو یہ تمہارے
(۱۶۴ : ۳)	اپنے نفسوں کی شامتِ اعمال کا نتیجہ ہے۔

یہیں آیت کے معانی پر غور کرتے ہوئے اس بات کو بھی ملحوظ رکھنا چاہئے کہ  
 یہاں کس طرح کون لوگ ہیں؟ (تاکہ تمہیں اپنی حقیقت واضح ہو جائے)

اختتامِ حصہ اول

(کتبہ حکیم محمد حسین)

مطبوعات احمد لال بک ایجنسی لاہور

- [illegible]

مینجر الحدال شکایجنبی شیرانوالہ دروازہ لاہو سو طلب کر میں



دارالارشاد والترجمہ

# الھلال یک ایجنسی کا نادر سلسلہ

دینی علوم کے بیش بہا جواہر ترے

اس ایجنسی کے پیش نظر ان اعلیٰ انادر اور بلند پایہ عربی تصانیف کے اردو تراجم ہیں جن کا مقصد اسلامی عقائد اسلام اور اخذ و فہم حقیقت اسلامیہ کے لئے نہایت ضروری اور ناگزیر ہے۔ اس سلسلہ میں جس امام حسن بس مومن کامل جس مجاہد حق اور جس یک تاز مقامات علم و عمل شخصیت کی بعض اہم تصانیف کے تراجم کی تکمیل ایجنسی ہذا کی مساعی کامرکز و محور ہے وہ شیخ المصلحین، ملاذ المجتہدین، سندنا کا ملین امام العارفین، وارث الانبیاء، قدوة الاولیاء، حضرت شیخ الاسلام تقی الدین ابی العباس احمد بن تیمیہ رضی اللہ عنہ کا وجود مبارک ہو۔ اس مقام پر یہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں کہ امام محدوح کی بلند مرتبہ منصب اور رفعت منزلت کی حقیقت کیا ہے۔ اس لئے کہ ان کی تصانیف اردو کے لباس میں عامۃ الناس کے سامنے آجائیں گی تو حقیقت خود بخود آشکارا ہو جائیگی، لیکن جن حضرات کو اس بارے میں تفصیلی بحث دیکھنے کی خواہش ہو، وہ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کے تذکرہ میں شرح مقام غزیرہ دعوت اور مولانا چودھری غلام رسول قمری۔ اے رئیس التحریر روزنامہ انقلاب لاہور کی سیرۃ الامام ابن تیمیہ ملاحظہ فرمائیں۔ کیونکہ ان کے مضامین کا ایک بہت بڑا حصہ امام موصوف کو فضائل و مناقب اور ذیلیات کے بہترین کارناموں پر مشتمل ہے۔ اسی ضمن میں شیخ الاسلام کے تلمیذ رشید حافظ ابن تیمیہ اور اسی جلیل و عظیم صنف کے بعض دوسرے رنگوں کی تصانیف کے تراجم شائع کرنا اور انہیں عام رواج دینا بھی ہمارے خاص مقصد میں داخل ہے۔

اس سلسلہ میں حسب ذیل کتابیں زیور طباعت سے آراستہ و پیراستہ ہو کر شائع ہو چکی ہیں :-

- (۱) اسوۂ حسنہ حافظ ابن قیم کی مشہور کتاب زاد المعاد کے اختصار ہدی الرسول کا اردو ترجمہ
- (۲) القدوة ابو تقی شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کے رسالہ "الواسطۃ بین الخلق والحق" کا اردو ترجمہ
- (۳) اسباب صفہ " " " کی اسی نام کی عربی کتاب کا اردو ترجمہ
- (۴) کتاب الوسیلہ " " " کی کتاب التوسل والوسیلہ کا اردو ترجمہ
- (۵) تفسیر سورۃ الکوشر " " " کی کتاب "تفسیر سورۃ الکوشر" کا اردو ترجمہ
- (۶) ائمہ اسلام تصنیف ام ابن تیمیہ کا اردو ترجمہ (۷) خلافت الائمہ تصنیف امام ابن تیمیہ کا اردو ترجمہ
- (۸) تہجد و حجاب علامہ سید رشید رضا ایڈیٹر المنار مصر کے عربی مضامین کا اردو ترجمہ
- (۹) تفسیر آیت کریمہ تصنیف امام ابن تیمیہ کا اردو ترجمہ (۱۰) تفسیر المعوذتین تصنیف امام ابن تیمیہ کا اردو ترجمہ
- (۱۱) ولی اللہ تصنیف امام ابن تیمیہ کا اردو ترجمہ (۱۲) فتاویٰ شرک شکن تصنیف امام ابن تیمیہ کا اردو ترجمہ
- (۱۳) اسلامی تصوف حافظ ابن قیم کی کتاب "طریق المہجرتین و باب الاستعاذتین" کا اردو ترجمہ حصہ اول

علاوہ ازیں اکثر کتابوں کے تراجم مکمل ہو چکے ہیں اور بعض زیر غور ہیں اور انشاء اللہ جلد چھپ کر ہدیہ ناظرین ہونگے

المشترک: منیر الھلال یک ایجنسی شیرانوالہ دروازہ لاہور

(مطبوعہ کربئی پریس لاہور) دروازہ شیرانوالہ منیر اردو ہسٹمیر میر قدرت اللہ پٹو

